روشنی

از

اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پیشکش : الرضا پبلیکیشن ۳۷، میمن واڑہ روڈ، ممبئی ۳

شائع کردہ رضا اکیڈمی ۵۲، ڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۹

Scanned with OKEN Scanner

بریق المنار بشموع المزار

مزاراتِ اولیاء پر روشنی

تصنیف

اعلیحضرت امام اہلِ سنت مجدد دین وملت

مولانا شاہ احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بفیض حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضا اکیڈمی
۵۲ رڈونگا ڈاسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۹
فیکس: ۶۶۶۵۹۲۳۶ فون: ۶۶۳۴۲۱۵۶-۰۲۲

سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۸۴ سنِ اشاعت ۱۴۱۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ چند

ہم اہلِ سنت کیلئے یہ بات بڑی شرم کی ہے کہ سیدنا سرکار اعلیٰحضرت امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ۶۸ سالہ عمر شریف میں جو سرمایۂ علم وفن چھوڑا تھا، آج ان کے وصال کو ۸۰ سال کا عرصہ گذر چکا ہے اور ہم ان کی خدمات کو دنیا کے سامنے پیش بھی نہ کر سکے۔ ہاں ہمارے اکابر حضور مفتی اعظم، حضرت صدر الشریعہ اور مولانا حسنین رضا خاں ابن استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں، منشی لعل محمد مدراسی، قاضی عبدالوحید فردوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہ نے اعلیٰحضرت کی جتنی تصانیف شائع کی ہیں وہ ہمیشہ یاد رہیں گی کیوں کہ ان سے پہلے کسی نے اعلیٰحضرت پر کوئی کام ہی نہیں کیا ہے۔ پھر کافی زمانہ تک خاموشی چھائی رہی اور تصانیفِ اعلیٰحضرت کو شائع کرنے میں ہم اہلِ سنت سست رہے اور ہماری توجہ جلسوں، کانفرنسوں کی طرف زیادہ ہوگئی۔ ابھی چند سالوں سے الحمدللہ پھر بیداری پیدا ہوئی ہے اور تصانیف اعلیٰحضرت کو شائع کرنے کا سلسلہ پھر زور وشور سے شروع ہوگیا ہے ہندوستان اور پاکستان کے بعض ادارے جیسے "المجمع الاسلامی مبارکپور"۔ "جامعہ نظامیہ لاہور" "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی" اور "رضا اکیڈمی مانچسٹر" قابلِ ذکر ہیں۔

رضا اکیڈمی پر سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم کا کرم خاص ہے کہ اس نے اب تک ۱۱۶ کتابیں شائع کر چکی ہے اور اب ۱۰۰ کتابیں وہ بھی صرف اعلیٰحضرت کی شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ انھیں کتابوں میں سے ایک کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ۱۰۰ کتابوں کا جمع کرنا بھی بڑا مسئلہ تھا لیکن نبیرۂ اعلیٰحضرت حضرت مولینا محمد توصیف رضا خاں صاحب، مولانا محمد شریف قادری صاحب لاہور، مولانا محمد شہاب الدین رضوی صاحب، مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب، جناب محمد علی رضوی صاحب وغیرہ نے ہمارا تعاون کیا۔ ان کتابوں کا اجرا ۱۰ شوال ۱۴۱۸ھ کو بمبئی میں ہوگا۔ اس میں رضا اکیڈمی کی جانب سے نائب حضور مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی، بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب مبارکپوری، حضرت علامہ مفتی غلام محمد صاحب تاگپوری، حضرت علامہ ارشد القادری صاحب، اور حضرت علامہ مفتی محمد جلال الدین صاحب امجدی کو ان کی دینی ومذہبی اور مسلکِ اعلیٰحضرت کی ترویج واشاعت میں نمایاں خدمات پر "امام احمد رضا ایوارڈ" پیش کیا جائے گا۔

دعا فرمائیں کہ رب تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں ہم اراکینِ رضا اکیڈمی کو مسلکِ اعلیٰحضرت کا سچا وپکا خادم بنائے۔

اسیرِ مفتیٔ اعظم
محمد سعید نوری
بانی وسکریٹری جنرل رضا اکیڈمی۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۸ ہجری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مسئلہ : از لکھنؤ، محلسرا، ڈاک خانہ چوک

مرسلہ: مولوی محمد احمد صاحب علوی خلف مولوی حبیب علی صاحب مرحوم

۸ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ مزاراتِ اولیاء اللہ پر روشنی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

زید کہتا ہے کہ روشنیٔ مزاراتِ اولیاء اللہ پر ناجائز ہے کیونکہ اِس میں تعبّد منظور ہوتا ہے چنانچہ زید کی تحریر بجنسہٖ ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔ آیا یہ مسلک زید کا نزدیک علمائے دین ومفتیانِ شرع قابلِ قبول وعمل ہے یا نہیں؟

نقل تحریرِ زید یہ ہے

میں بقسمِ شرعی اِس کو باور کراتا ہوں کہ میں نے کوشش کی کہ چراغانِ قبور کا کسی تاویل سے اِستحسان ثابت ہو جائے تو میں رسمِ قدیم کی مخالفت نہ کروں چنانچہ فتاوٰی عالمگیری کو دیکھا، اس میں نکلا کہ: اِخْرَاجُ الشُّمُوْعِ اِلَی الْمَقَابِرِ بِدْعَۃٌ لَا اَصْلَ لَہٗ۔ اِسی طرح فتاوٰے بزازیہ میں ہے۔ درِ مختار میں بھی یہی نکلا، پھر میں نے حدیث شریف کو دیکھا، مشکوٰۃ میرے پاس تھی، اس میں یہ حدیث تھی لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْہَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ رواہ الترمذی والنسائی " لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے زائراتِ قبور

اور جو پکڑیں قبروں پر مسجدیں (یعنی قبروں کی طرف سجدہ کریں) اور قبروں پر چراغ کو روشن کریں۔ اس کے بعد میں نے شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی برادر شاہ عبدالعزیز صاحب حجۃ المحدثین کے فتوے مطبوعہ مطبع مجتبائی ص۱۴ کو دیکھا، اس میں لکھا ہے:

پس امداد بدعار وختم و اطعام بدعتے مباح است (یعنی در عرس سالانہ بزرگانِ دین اگر صلحاے وقت جمع شدہ قرآن شریف خوانند و خیرات کردہ ثواب رسانند مضائقہ ندارد، ایں را بدعتِ مباحہ باید گفت) وجہِ قبح ندارد، اما ارتکابِ محرّمات از روشن کردن چراغہا و ملبوس ساختن قبور و سرودہا و نواختنِ معازف، بدعاتِ شنیعہ اند، حضورِ چنیں مجالس ممنوع اگر مقدور باشد محل حدیث مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ وَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ وَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ عمل باید کرد از مقامِ زجر پراگندہ کردن اسبابِ بدعت کافی۔"

اس کے علاوہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مالابدّ منہ میں اور ارشاد الطالبین میں لکھا ہے کہ:

"چراغاں کردن بدعت است، پیغمبرِ خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بر شمع افروزاں نزد قبر و سجدہ کنندگان لعنت گفتہ۔" (ارشاد الطالبین ص۱۰)

خلاصہ یہ کہ چراغاں جو بغرضِ خاص تقرب کیا جاتا ہے یا بغرضِ زینت، یہاں تک کہ بعض لوگ منت مانتے ہیں اور اس کا ایفاء کرتے ہیں اور اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں، معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے ہیں، اس طرح پر جب کتبِ حدیث و فقہ و تحریراتِ علماء میں نکلا تو میں نے بلاخوف و خطر اس کو ترک کر دیا اور جس قدر رقم کا

تیل آتا تھا وہ میں نے شربت و برف میں صرف کر دیا۔

نظرِ انصاف سے دیکھا جائے کہ کیا یہ سنگین جرم ہے؟ نماز نہ پڑھے، جمعہ و جماعت کا پابند نہ ہو، ڈاڑھی منڈائے، وہ سب قابلِ عفو ہے لیکن چراغاں نہ کرنا جس کیلئے اِس قدر شدید وعید ہے، وہ ایسا جرم ہے کہ فوراً وہابیت کا فتوٰے دے دیا جاوے، چونکہ اِس کے کہنے والے اکثر جاہل ناخواندہ لوگ تھے، میں نے اس کی طرف توجہ بھی نہیں کی۔

میں نے یہ سمجھا تھا کہ اگر صاحبِ فتاوٰی بزازیہ و عالمگیریہ و صاحبِ مشکوٰۃ و شاہ رفیع الدین صاحب محدثِ دہلوی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی، یہ سب وہابی ہیں تو میں الحمدللہ وہابی ہوں۔

یہ امر بھی قابلِ گزارش ہے میں نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کو ایک عریضہ بھیجا اور اس میں استفتاءِ چراغاں کیا اور جواب کے لئے ٹکٹ بھی رکھ دئے لیکن خاں صاحب موصوف نے اس کا جواب نہیں دیا۔

مشکل یہ ہے اگر حق جواب لکھا جاوے تو پیرزادے ناخوش ہوتے ہیں، اگر ناحق لکھا جاوے تو قرآن و حدیث و فقہ کے خلاف ہوتا ہے، بہت تلاش سے بعض لوگوں کی تحریرات سے ایک آدھ چراغ کا جواز اِس طرح سے نکلتا ہے کہ کسی دوسری مصلحت سے چراغ جلایا جاوے لیکن چراغاں کا جواز اگر آج بھی کسی مستند عالم کی کتاب سے نکل آئے تو مجھ کو اِس معاملہ میں کد نہ ہوگی۔

صرف دو امور ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کو خلجان ہوتا ہے، اوّل یہ کہ پیرزادے اس کو کرتے چلے آئے ہیں مگر پیرزادوں کا فعل ناسخِ قولِ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نہیں ہے، پیرزادگان کچھ معصوم نہیں ہیں، صالح ہوں اہل اللہ ہوں لیکن معصوم نہیں، جہاں ہزاروں نیک کام مشائخ زمانہ کرتے ہیں وہاں ایک امر

ناجائز بھی کسی مصلحت سے انہوں نے کر لیا، خدا تعالےٰ معاف کرنے والا ہے، غور سے دیکھا جائے کہ غیر محارم کے سامنے آنا شرعاً جائز ہو جائے گا؟

دوسرا امر باعثِ خلجان یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں قبر مبارک پر روشنی ہوتی ہے، اس خطرے کے جواب حسبِ ذیل ہیں :-

۱۔ تعاملِ حرمین شریفین کا بعد قرونِ ثلاثہ مشہود لہا بالخیر کے سند نہیں ہے۔

۲۔ قبر شریف حجرۂ حضرتِ عائشہ میں واقع ہے جس کے چاروں طرف مسجدِ نبوی ہے اور مسجد میں روشنی کرنے کا ثواب احادیث میں موجود ہے۔

۳۔ قبر شریف درحقیقت روپوش ہے، آج ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی اس کو نہیں دیکھ سکتا، تاریخ سے ثابت ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے سیڑھی لگا کر دیکھنا چاہا، ناکامیاب رہا۔

۴۔ مدینہ منورہ میں روشنی منجانب سلطان ٹرکی ہوتی ہے۔ گورنمنٹ ٹرکی نے عثمانیہ بینک قائم کر کے سود کا لین دین شروع کر دیا ہے، کیا گورنمنٹ کے بھی فعل سے سود جائز ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

۵۔ نزدیک اہلِ سنت والجماعت کے حجتِ شرعی صرف چار ہیں، قرآن و حدیث و اجماعِ مجتہدین و قیاسِ مجتہدین، تعاملِ حرمین کوئی سند نہیں۔

۶۔ بڑا حصہ حرمین شریفین کا داڑھی کترواتا ہے، کیا داڑھی کتروانے کے جواز میں کوئی شخص پیش کر سکتا ہے کہ وہاں کے لوگ داڑھی کترواتے ہیں لہٰذا یہ فعل جائز ہے، ہاں کے علماء سے خود فتوےٰ لیا جاوے وہ داڑھی کترانے چراغاں کرنے کو یقیناً جائز کہیں گے۔

۷۔ اب ایک تاویلِ ضعیف اور ایجاد ہوئی ہے کہ متقدمین و متاخرین کسی کو بھی نہیں سوجھی یعنی چراغ جلانے کی ممانعت ہے لیکن قبر کے گرد جلانے میں ممانعت نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف میں لفظ علیٰ بمعنے "پر" واقع ہے، اردو میں کیا قبر پر چڑھاؤا صرف اسی کو۔

کہتے ہیں جو خاص اس جگہ پر کیا جائے جتنے حصہ کو قبر کہتے ہیں بعض قبر کی صورت کوہانِ شتر کے مانند ہوتی ہے، اس پر چڑھاوا غالباً ممکن بھی نہ ہوگا لیکن قبر پر چڑھاوا تو اتنا وسیع ہے کہ گرد قبر سے بلکہ دروازے کے آس پاس بھی کوئی رکھ دے تو وہ قبر کا چڑھاوا سمجھا جاوے گا اور رسولِ خدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) کے فرمانے کی یہ تاویل ضعیف ہے۔

قرآن شریف سورۂ کہف میں لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا[1]۔
کیا اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ اصحابِ کہف کے سینہ پر سنگِ بنیاد مسجد کا رکھیں گے استغفراللہ!

ایک صاحب نے یہ کمال کیا کہ ملّا علی قاری کی نسبت کہہ دیا کہ انہوں نے گرد قبر کے چراغ جلانے کو جائز کہا ہے حالانکہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر ص ۴۷ میں حدیث مندرجہ مشکوٰۃ شریف مذکورہ بالا کی شرح میں انہوں نے صرف مسجد کو اطرافِ قبر میں بنانے کی اجازت اِس بنیاد پر دی ہے کہ عادتِ یہود و نصاریٰ یہ تھی کہ وہ قبر پر مسجد بناتے تھے اور چونکہ مشابہتِ یہود و نصاریٰ کی وجہ سے ممانعت ہوئی تھی لہٰذا جب مشابہت نہ رہی تو یہ فعل جائز ہوگیا لیکن چراغ کی ممانعت کے وجوہ ملّا علی قاری نے تین لکھے:

اوّلاً تضییع مال۔

دوم چراغ کا آثار جہنم سے ہونا بوجہ ناریت۔

سوم تعظیم قبور۔

ہرگز ہرگز ملّا علی قاری نے گرد قبر کے چراغ جلانے کی اجازت نہیں دی ہے، یہ ان پر اتہام ہے سمجھنے کی بات ہے کہ جو انہوں نے وجوہِ ممانعت لکھے ہیں کیا وہ گرد قبر کے چراغ جلانے سے جاتے رہیں گے جو وہ اجازت دیتے ہیں۔

---

[1] القرآن ۱ ۲۱/۱۸

بقسمِ شرعی باور کراتا ہوں کہ اگر کسی عالمِ مستند نے چراغان قبر کے لئے جلانے کو جائز کر دیا ہو تو میں پہلا شخص اس تاویل پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں گا۔ سچ یہ ہے کہ مجاوروں نے جن کے لئے قبور ذریعۂ معاش ہیں، انہوں نے ان باتوں کی ایجاد کی ہے۔

یہ سب بحث چراغ جلانے میں ہے نہ کہ چراغاں میں، جو محض تعبداً یعنی ازراہِ تقرب کیا جاتا ہے۔ لوگ تیل بتی کی منت مانتے ہیں، سال کے سال شب عرس کو کرتے اور اس کو مذہبی فعل سمجھتے ہیں۔ اگر تقرب یعنی تعبد منظور نہیں ہوتا تو لوگ چراغاں بزرگوں کی قبر پر کیوں کرتے ہیں، کسی فاسق فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ منشأ چراغاں محض تقرب یعنی تعبد ہے اگر ایسی تاویل جائز سمجھی جائے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں چراغ جلائے تو وہ جائز ہو جائے کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے استغفر اللہ! یہ تو حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے۔ اگر اس قدر وعید کے بعد بھی کوئی شخص پھر اس میں خلاف کرے یا کٹ حجتی کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات قبر میں تصفیہ کے قابل ہے، موسےٰ بہ دینِ خود، عیسےٰ بہ دینِ خود۔ انتہیٰ تحریرہٗ۔

اب جو کچھ ازراہِ انصاف و تتبع کتب حضرات اہلِ سنت والجماعت محقق ہو وے اس سے معزز فرمائیے اور کیا یہ اقوال زید کے صحیح اور موافق سلف کے ہیں بہ تشریح و تفصیلِ تام ارشاد ہو، اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الجواب

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ سَرْمَدًا صَلِّ عَلٰى سِرَاجِكَ الْمُنِيْرِ وَاٰلِهٖ اَبَدًا يَا نُوْرُ يَا نُوْرَ النُّوْرِ يَا نُوْرًا قَبْلَ كُلِّ نُوْرٍ يَا نُوْرًا بَعْدَ كُلِّ نُوْرٍ لَكَ النُّوْرُ وَبِكَ النُّوْرُ وَمِنْكَ النُّوْرُ وَاِلَيْكَ النُّوْرُ وَاَنْتَ النُّوْرُ

وَنُوْرِ السُّرُوْرِ صَلِّ عَلٰی نُوْرِكَ الْاَنْوَرِ وَاٰلِهِ السِّرِّ الْغَمْرِ وَصَحْبِهِ الْمَصَابِیْحِ الزَّهْرِ صَلٰوةً تُنَوِّرُ بِهَا وُجُوْهَنَا وَصُدُوْرَنَا وَقُلُوْبَنَا وَقُبُوْرَنَا اٰمِیْنَ۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی قدسنا اللہ تعالٰے بسرہ القدسی کتاب مستطاب حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ، مطبع مصر، جلد دوم ص ۴۲۹ میں فرماتے ہیں :

قَالَ الْوَالِدُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ شَرْحِهٖ عَلٰی شَرْحِ الدُّرَرِ مِنْ مَسَائِلَ مُتَفَرِّقَةٍ اِخْرَاجُ الشُّمُوْعِ اِلَی الْقُبُوْرِ بِدْعَةٌ وَاِتْلَافُ مَالٍ كَذَا فِی الْبَزَّازِیَّةِ اھ وَهٰذَا كُلُّهٗ اِذَا خَلَا عَنْ فَائِدَةٍ وَاَمَّا اِذَا كَانَ مَوْضِعُ الْقُبُوْرِ مَسْجِدًا اَوْ عَلٰی طَرِیْقٍ اَوْ كَانَ هُنَاكَ اَحَدٌ جَالِسًا اَوْ كَانَ قَبْرُ وَلِیٍّ مِّنَ الْاَوْلِیَاءِ اَوْ عَالِمٍ مِّنَ الْمُحَقِّقِیْنَ تَعْظِیْمًا لِّرُوْحِ الْمُشْرِقَةِ عَلٰی تُرَابِ جَسَدِهٖ كَاِشْرَاقِ الشَّمْسِ عَلَی الْاَرْضِ اِعْلَامًا لِّلنَّاسِ اَنَّهٗ وَلِیٌّ لِّیَتَبَرَّكُوْا بِهٖ وَیَدْعُوا اللّٰهَ تَعَالٰی عِنْدَهٗ فَیُسْتَجَابُ لَهُمْ فَهُوَ اَمْرٌ جَائِزٌ لَا مَنْعَ مِنْهُ وَالْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ [1]

"یعنی والد رحمہ اللہ تعالٰے نے حاشیہ درر وغرر میں فتاوٰے بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے، یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے خالی ہو اور اگر شمعیں روشن

---

[1] عبدالغنی بن اسمٰعیل : حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۳۰

کرنے میں فائدہ ہو کہ موضعِ قبور میں مسجد ہے یا قبور سرِ راہ ہیں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے وہاں شمعیں روشن کریں، ان کی روح مبارک کی تعظیم کے لئے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر تاکہ اس روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے تاکہ اس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا مقبول ہو تو یہ امر جائز ہے اس سے اصلا ممانعت نہیں اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔"

پھر فرماتے ہیں :۔

روی ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْہَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ اَیِ الَّذِیْنَ یُوْقِدُوْنَ السُّرُجَ عَلَی الْقُبُوْرِ عَبَثًا مِنْ غَیْرِ فَائِدَۃٍ کَمَا ذَکَرْنَا [1]

یعنی یہ مذکورہ بالا حدیث کہ روایت کی گئی ہے، اس سے بھی مراد وہی صورت ہے کہ محض عبث بلا فائدہ قبور پر شمعیں روشن کریں ورنہ ممانعت نہیں۔

ملاحظہ ہو وہی حدیث ہے، وہی عبارت فتاوٰی بزازیہ ہے۔ ان علامہ جلیل القدر عظیم الفخر رحمہ اللہ تعالٰے نے ان کے معنے روشن فرمادئے اور تصریحاً ارشاد کیا کہ مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدہ کے لئے ہو، ہرگز منع نہیں۔ فائدہ کی متعدد مثالیں ذکر فرمائیں :۔

---

[1] الحدیقۃ الندیہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۹۳ ۶۳۰

۱۔ وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔

۲۔ مقابر برسرِ راہ ہوں، روشنی کرنے سے راہگیروں کو نفع پہنچے گا اور وہ اب بھی کہ مسلمان مقابرِ مسلمین کو دیکھ کر سلام کریں گے، فاتحہ پڑھیں گے، دعا کریں گے ثواب پہنچائیں گے، گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔

۳۔ مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصالِ ثواب یا افادہ یا استفادہ کے لئے آیا ہے تو اسے روشنی سے آرام ملے گا۔ قرآنِ عظیم دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔

۴۔ وہ تینوں منافع مزارات اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم کو بھی بروجہِ اولٰی شامل تھے کہ مزاراتِ مقدسہ کے پاس غالباً مساجد ہوتی ہیں، گزرگاہ بھی بہت جگہ ہے اور حاضرین زائرین خواہ مجاورین سے تو نادر اخالی ہوتے ہیں مگر امام ممدوح ان پر اکتفا نہ فرما کر مزاراتِ کریمہ کے لئے بالتخصیص روشنی میں فائدۂ جلیلہ کا افادہ فرماتے ہیں کہ ان کی ارواحِ طیبہ کی تعظیم کے لئے روشنی کی جائے۔

اقول ظاہر ہے کہ روشنی دلیلِ اعتنا ہے اور اعتنا دلیلِ تعظیم اور تعظیم اہل اللہ دلیلِ ایمان و موجبِ رضائے رحمٰن عزجلالہ، قال اللہ عزوجل:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ [1]

"جو الٰہی نشانوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔"

وقال اللہ تبارک وتعالٰی:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ [2]

---

[1] القرآن ۲۲/۳۲

[2] القرآن ۲۲/۳۰

"جو الٰہی آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بہتری ہے۔"

۱۔ اس کی تطہیر مصحف شریف کا مُطلقاً و مُذہّب کرنا ہے کہ اگرچہ سلف میں نہ تھا، جائز و مستحب ہے کہ دلیلِ تعظیم و ادب ہے۔

دُرِّ مختار میں ہے:

جَازَ تَحْلِیَۃُ الْمُصْحَفِ لِمَا فِیْہِ مِنْ تَعْظِیْمِہٖ کَمَا فِیْ نَقْشِ الْمَسْجِدِ [1]

"یونہی مساجد کی آرائش ان کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش و نگار کہ صدرِ اوّل میں نہ تھے۔"

بلکہ حدیث میں تھا:

لَتُزَخْرِفُنَّھَا کَمَا زَخْرَفَتِ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی [2]

رواہ ابوداؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مگر اب ظاہری تزک و احتشام ہی قلوبِ عامہ پر اثرِ تعظیم پیدا کرتا ہے لہٰذا ائمۂ دین نے حکمِ جواز دیا۔

تبیین الحقائق میں ہے:

لَا یُکْرَہُ نَقْشُ الْمَسْجِدِ بِالْجَصِّ وَمَاءِ الذَّھَبِ [3]

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] علاؤالدین الحصکفی — درمختار — فصل فی البیع من الحظر — مجتبائی دہلی — ۲۴۵/۲

[2] سلیمان بن اشعث السجستانی: امام — سنن ابوداؤد — لاہور — ۶۵/۱

[3] فخرالدین عثمان — تبیین الحقائق — الامیریہ مصر

قَوْلُہٗ کَمَا فِی نَقْشِ الْمَسْجِدِ اَیْ مَا خَلَا مِحْرَابَہٗ اَیِ الْجِصِّ وَ مَآءِ الذَّھَبِ [1]

۳۔ یونہی مسجدوں کے لئے کنگرے بنانا کہ مساجد کے امتیاز اور دور سے ان پر اطلاع کا سبب ہیں اگرچہ صدر اول میں نہ تھے بلکہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا تھا:

اِبْنُوا الْمَسَاجِدَ وَاتَّخِذُوْھَا جُمًّا رواہ ابن ابی شیبۃ والبیہقی فی السنن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ [2]

دوسری حدیث شریف میں ہے:۔

اِبْنُوْا مَسَاجِدَکُمْ جُمًّا وَابْنُوْا مَدَآئِنَکُمْ مُشْرِفَۃً رواہ فی المصنف عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما [3]

"یعنی مسجدیں منڈی بناؤ، ان میں کنگرے نہ رکھو"

مگر اب بلا نکیر مسلمانوں میں رائج ہے فَمَا رَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ [4]

امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں:۔

اُسْتُنْبِطَ مِنْہُ کَرَاھِیَۃُ زَخْرَفَۃِ الْمَسْجِدِ لِاشْتِغَالِ قَلْبِ الْمُصَلِّیْ بِذٰلِکَ اَوْ لِصَرْفِ الْمَالِ فِیْ غَیْرِ وَجْھِہٖ نَعَمْ اِذَا وَقَعَ ذٰلِکَ عَلٰی سَبِیْلِ التَّعْظِیْمِ لِلْمَسَاجِدِ وَلَمْ یَقَعِ الصَّرْفُ عَلَیْہِ مِنْ بَیْتِ الْمَالِ فَلَا بَأْسَ بِہٖ وَلَوْ اَوْصٰی بِتَشْیِیْدِ

---

[1] ابن عابدین الشامی ردالمحتار الامیریہ مصر ۵/۲۷۳

[2] احمد بن حسین البیہقی سنن بیہقی حیدرآباد دکن ۲/۴۳۹

[3] ابن ابی شیبہ مصنف ابن ابی شیبہ ادارۃ القرآن، کراچی

[4] احمد بن حنبل مسند امام احمد بن حنبل بیروت ۱/۳۷۹

بِہٖ وَتَحْمِیْرِہٖ وَتَصْفِیْرِہٖ نَفَذَتْ وَصِیَّتُہٗ لِاَنَّہٗ قَدْ حَدَثَ لِلنَّاسِ فَتَاوٰی بِقَدْرِ مَا اَحْدَثُوْا وَقَدْ اَحْدَثَ النَّاسُ مُؤْمِنُہُمْ وَکَافِرُہُمْ تَشْیِیْدَ بُیُوْتِہِمْ وَتَزْیِیْنَہَا وَلَوْ بَنَیْنَا مَسَاجِدَنَا بِاللَّبِنِ وَجَعَلْنَاہَا مُتَطَامِتَۃً بَیْنَ الدُّوْرِ الشَّاہِقَۃِ وَہِیَ بِمَا کَانَتْ لِاَہْلِ الذِّمَّۃِ لَکَانَتْ مُسْتَہَانَۃً [1]

"یعنی حدیث سے مستنبط کیا گیا کہ مسجدوں کی آرائش مکروہ ہے کہ نمازی کا خیال بٹے گا اس لئے کہ مال بے جا خرچ ہوگا ہاں اگر تعظیم مسجد کے طور پر آرائش واقع ہو اور خرچ بیت المال سے نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اس کے مال سے مسجد کی گچ کاری اور اس میں سرخ و زرد رنگ کریں تو وصیت نافذ ہوگی کہ لوگوں میں جیسی نئی نئی باتیں پیدا ہوتی گئیں ویسے ہی ان کے لئے فتوے نئے ہوئے کہ اب مسلمانوں کافروں سب نے اپنے گھروں کی گچکاری اور آرائش شروع کر دی۔ اگر ہم ان بلند عمارتوں کے درمیان جو مسلمین تو مسلمین، کافروں کی بھی ہوں گی، کچی اینٹ اور نیچی دیواروں کی مسجد بنائیں تو نگاہوں میں ان کی بے وقعتی ہوگی۔"

اسی قبیل سے ہے مزاراتِ اولیاء کرام و علماء قدست اسرارہم پر عمارات کی بناء کہ باوصف حدیث صحیح مسلم و ابوداؤد و نسائی و مسند احمد:

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجَصَّصَ الْقَبْرُ۔

---

[1] احمد بن محمد: ارشاد الساری بنیان المساجد بیروت ۱/۴۴۰

وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ [1]

جس میں صراحۃً اِس کی ممانعت ارشاد ہوئی ہے، سَلَفاً وخَلَفاً ائمہ کرام علمائے اعلام نے جائز رکھی۔

مجمع بحار الانوار جلد ثالث صفحہ ۱۴۰ میں ہے :

قَدْ اَبَاحَ السَّلَفُ الْبِنَاءَ عَلٰى قُبُوْرِ الْفُضَلَاءِ الْاَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ لِيَزُوْرَهُمُ النَّاسُ وَيَسْتَرِيْحُوْنَ فِيْهِ [2]

" بے شک ائمہ سلف صالحین نے اہلِ فضل اولیاء وعلماء کے مزارات طیبہ پر عمارات بنانا مباح فرمادیا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور ان میں راحت پائیں "

جواہرِ اخلاطی میں ہے :-

وَهُوَ وَاِنْ كَانَ اِحْدَاثًا فَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ وَكَمْ مِّنْ شَيْءٍ كَانَ اِحْدَاثًا وَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ وَكَمْ مِّنْ شَيْءٍ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ [3]

" یعنی اگرچہ نو پیدا ہے پھر بھی بدعتِ حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں ہیں کہ نئی پیدا ہوئیں اور ہیں اچھی بدعت اور بہت احکام ہیں کہ زمانے یا مقام کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں "

یعنی ایسی جگہ احکامِ سابقہ سے سند لانا حماقت ہے جو حالت اَب واقع ہوئی

---

[1] مسلم بن حجاج القشیری : صحیح مسلم ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی ، ۳۱۲/۱

[2] محمد طاہر مجمع بحار الانوار نول کشور لکھنؤ ۱۴۰/۳

[3] برہان الدین ابراہیم : جواہر اخلاطی مخطوطہ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ، ۹۲

اگر زمانہ سلف میں واقع ہوتی تو وہ بھی یہی حکم کرتے جو اس وقت ہم کرتے ہیں جیسے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا :۔

لَوْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی مَا اَحْدَثَتِ النِّسَآءُ لَمَنَعَھُنَّ الْمَسْجِدَ کَمَا مُنِعَتْ نِسَآءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ [1]

"یعنی اگر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب نکالی ہیں تو انہیں مسجد سے منع فرما دیتے اور آخر ائمہ دین نے عورات کو مسجدوں سے منع فرما ہی دیا۔"

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تھا :۔

لَا تَمْنَعُوْٓا اِمَآءَ اللّٰہِ مَسَاجِدَ اللّٰہِ [2]

"اللہ تعالٰی کی باندیوں کو اللہ تعالٰی کی مسجدوں سے منع نہ کرو۔"

رواہ احمد ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

کیا ائمہ دین نے نظر بحالِ زمانہ جو حکم فرمایا اسے حدیث کی مخالفت کہا جائے گا؟ حاش للہ! ایسا نہ کہے گا مگر احمق، کج فہم، یونہی یہ تازہ تعظیموں کے احکام ہیں سلفِ صالح کے قلوب تعظیمِ شعائر اللہ سے مملو تھے، ظاہری تزک و احتشام کے محتاج نہ تھے تو ان کے وقت میں یہ باتیں عبث و بے فائدہ تھیں اور ہر عبث مکروہ اور اس میں مال صرف کرنا ممنوع اب کہ بے تزک و احتشامِ ظاہری قلوبِ عوام میں وقعت نہیں آتی، اِن باتوں کی حاجت ہوئی مصحف شریف پر سونا چڑھانے کی اجازت ہوئی، مسجدوں میں سونے کے کلس، سونے چاندی کے کلس و نگار کی اجازت ہوئی، مزارات پر قبہ بنانے چادر ڈالنے، روشنی کرنے کی اجازت ہوئی۔

---

[1] مسلم بن حجاج القشیری، امام صحیح مسلم نور محمد کراچی ۱/۱۸۲

[2] " " " " "

ان تمام افعال پر بھی احادیث و احکام سابقہ پیش نہ کرے گا مگر سفیہ و نافہم۔

یہ مختصر شرح ہے اس ارشادِ امامِ ممدوح قدس سرہ کی اور اس کی تفصیلِ بازغ و تحقیق بالغ ہمارے رسالہ "طوالع النور فی حکم السراج علی القبور" میں ہے، ۱۳۵۱ھ و باللہ التوفیق۔

یہی امامِ جلیل کشف النور میں، پھر علامہ شامی رد المحتار فصل اللبس او عقود الدریۃ مسائلِ ششتے میں مزاراتِ اولیائے کرام پر غلاف ڈالنے کی نسبت بھی اسی تعظیم سے استدلال فرماتے ہیں کما بیناہ فی فتاوٰنا۔ اس کے علاوہ خاص روشنیٔ مزارِ کریم کی نسبت ان سے بھی بہت اقدم امامِ اجل و اعظم کا ارشاد بعونہٖ تعالٰے عنقریب آتا ہے۔ زید نے تو ایک ہی عالم مستند کا قول ملنے پر قبول و سر نہادن کا وعدہ کیا تھا۔

ان تحقیقاتِ ائمۂ مستندین و اجلۂ معتمدین و وعدۂ زید کے بعد زیادہ کی حاجت نہیں مگر اجمالاً بعض جملے اور گزارش ہوں کہ عوام بھائی شبہہ میں نہ پڑیں و اللہ الموفق۔

۱۔ امامِ ممدوح قدس سرہ نے جس طرح اصل مسئلہ کا فیصلہ فرمایا، زید کے اس بے معنی اعتراض کی بھی کہ اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں، معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے، غلطی ظاہر فرمادی کہ ان پہلے تین فوائدِ عامہ کے بعد چوتھے فائدہ میں خاص مزاراتِ اولیاءِ کرام کی تخصیص فرمائی، نیز اس کا جواب ائمۂ سلف دے چکے جن کا ارشاد مجمع بحار الانوار سے گزرا کہ مزاراتِ اولیاءِ کرام و علمائے عظام پر بنائے عمارت جائز ہے، عوام و فُسّاق کی قبور پر کیوں نہ اجازت دی۔

اقول آدمی اگر آیۂ کریمہ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ[1] کی حکمتِ جلیلہ

---

[1] القرآن : ۳۳/۵۹

سے آگاہ ہو جس سے وجہِ استنباط طوالع النور میں مذکور تو ایسا مہمل اعتراض ہرگز خیال میں بھی نہ آئے۔

۲۔ امامِ ممدوح قدس سرہٗ نے زید کے اس سوال کا کہ بزرگوں کی قبروں پر کیوں کرتے ہیں، کسی فاجر و فاسق کی قبر پر کیوں نہیں کرتے؟ جواب ارشاد فرمادیا کہ تَعْظِیْمًا لِّرُوْحِہِ الْمُشْرِقَۃِ عَلٰی تُرَابِ جَسَدِہٖ[1] الخ یعنی ان کی روح کی تعظیم کی جاتی ہے اور لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ مزار محبوب کا ہے، اِس سے توسّل و تبرک کرو کہ تمہاری دعا مستجاب ہو۔

۳۔ امامِ ممدوح قدس سرہٗ نے زید کے اس توہم و تعنّت کا بھی علاج فرمادیا کہ تعظیماً لروحہ معاذ اللہ! یہ ان کی عبادت نہیں، ان کی روحِ پاک کی تعظیم ہے، ہر تعظیم عبادت ہو تو تعظیمِ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام تو نصوصِ قطعیہ قرآنِ عظیم سے فرض ہے، قال اللہ تبارک و تعالٰی:

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ[2]

"ہم نے اپنے رسول کو اِس لئے بھیجا ہے کہ اے لوگو! تم اللہ و رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔"

وقال اللہ تبارک وتعالٰی:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (الی قولہ عزّ وجلّ) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ[3]

---

[1] عبد الغنی نابلسی — حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ — نوریہ رضویہ فیصل آباد — ۲/۶۳۰

[2] القرآن — ۹/۴۸

[3] القرآن — ۷/۱۵۷

"وہ جو پیروی کریں گے اس رسول نبی امّی یعنی بے پڑھے، غیب کے علوم جاننے بتانے والے کی، تو جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کے ساتھ جو نور اُترا اس کے پیرو ہوں، وہی لوگ مراد کو پہنچیں گے۔"

قال اللہ تبارک وتعالٰے :

لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ [1]

"بے شک اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور میرے رسولوں کی تعظیم کرو اور اللہ کے لئے قرضِ حسن دو تو ضرور میں تمہارے گناہ تم پر سے اتار دوں گا اور ضرور تمہیں بہشتوں میں داخل فرماؤں گا جن کے نیچے نہریں بہیں۔"

بلکہ قرآنِ عظیم نے تو ماں باپ کی تعظیم بھی فرض کی، قال اللہ تبارک و تعالٰی :

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ [2]

"اور جھکا دو تم ان (ماں باپ) کے واسطے نرمی کے بازو رحمت سے۔"

کیا معاذ اللہ قرآنِ عظیم نے انبیاء و والدین کی عبادت کا حکم فرمایا ہے۔

۴۔ امامِ ممدوح قدس سرہ نے شبہۂ تعظیمِ قبر کا بھی جواب فرما دیا کہ :

---

[1] القرآن ۵/۱۲

[2] " ۱۷/۲۴

تَعْظِیْمًا لِّرُوْحِہٖ الیٰ قولہ قدس سرہ وَالْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ[1]

یعنی تعظیمِ خشت وگل نہیں بلکہ روحِ محبوب کی تعظیم مقصود ہو جو بلاشبہہ محمود ہے اور اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

اللہ اللہ کیسے نفیس وجامع کلمات ارشاد فرماتے گویا اپنے نورِ باطن سے ادراک فرمالیا تھا کہ زید وامثالہ کو یہ یہ شبہات عارض ہوں گے، سب کا جواب دو لفظوں میں فرمادیا کہ تعظیمًا لِّرُوْحِہٖ۔

۵ زید نے کبھی تعبّد کو تقرب سے تعبیر کیا کہ "محض تعبدًا یعنی ازراہِ تقرب کیا جاتا ہے" اور کبھی تقرب کو تعبّد سے تفسیر کیا کہ "اگر تقرب یعنی تعبد منظور نہیں، تقرب یعنی تعبد ہے" گویا اس کے خیال میں تقرب وتعبّد شَے واحد یعنی ایک ہی چیز ہے، یہ محض باطل ہے بلکہ تقرب تعبد کے اعم سے اعم ہے، تعبد سے تعظیم اعم ہے کما علمت اور تعظیم سے تقرب اعم ہے کہ بنائے رباط وارسالِ ہدایا تقرب ہے تعظیم نہیں وتفصیل المقام فی تعلیقاتنا علیٰ ردّ المحتار۔

۶۔ اسے تقرب بروجہ تعبد بتانا مسلمانوں پر کیسی سخت بدگمانی اور اس پر جزم کرنا مسلمانوں پر کیسا صریح ظلم وافترا ہے۔ درمختار میں منیۃ الفتاوی وذخیرہ وشرح وہبانیہ سے ہے:

لِاَنَّا لَا نُسِیْئُ الظَّنَّ بِالْمُسْلِمِ اَنَّہٗ یَتَقَرَّبُ اِلَی الْاٰدَمِیِّ بِھٰذَا النَّحْوِ[2]

ردالمحتار میں ہے:

ای علیٰ وجہ العبادۃ لانہ الْمُکَفِّرُ وھٰذا بعید

---

[1] عبدالغنی نابلسی: حدیقہ ندیہ نوریہ رضویہ ۲/۶۳۰

[2] علاؤالدین الحصکفی درمختار مجتبائی دہلی ۲/۲۳۰

مِنْ حَالِ الْمُسْلِمِ [1]

۷۔ طرفہ یہ کہ زید نے کہا پیرزادے اس کو کرتے چلے آئے ہیں مگر پیرزادگان صالح ہوں، اہل اللہ ہوں، معصوم نہیں، جہاں ہزاروں نیک کام مشائخ زمانہ کرتے ہیں، ایک یہ ناجائز بھی کسی مصلحت سے کرلیا، خدا معاف کرنے والا ہے۔

سبحٰن اللہ! صالح بھی ہیں، اہل اللہ بھی ہیں اور غیر خدا کے عابد بھی ہیں، اس سے بڑھ کر محال کیا ہوگا؟

۸۔ جب زید کے نزدیک وہ تعبّد ہے تو قطعاً شرک ہوا اور شرک ہرگز معاف نہ ہوگا، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ [2] پھر اس جملہ کا کیا محل رہا کہ "خدا معاف کرنیوالا ہے"۔

۹۔ جب ہزار بندگانِ صالحین واہل اللہ پر یہاں تک بدگمانی ہے کہ تعبّدِ غیر کا الزام ان کے سر تھوپا جاتا ہے اور نہ صرف ظن بلکہ اس پر جزم کیا جاتا ہے تو اس کی کیا شکایت کہ فقیر کے پاس سے جوابِ مسئلہ نہ پہنچنے کو پیرزادوں کی رعایت کے سبب سکوت عن الحق پر محمول کیا، فتاوائے فقیر میں اس سوال کے جواب میں متعدد مقامات پر مذکور، سالہا سال سے اس پر مستقل فتوے مرقوم، خاص اس باب میں چھبیس ۲۶ برس سے رسالہ "طوالع النور" مکتوب، پھر رعایت وخوف سے سکوت کیا معنے؟ فقیر کے یہاں علاوہ ردِّ وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی ودیگر مشاغلِ کثیرہ دینیہ کے کارِ فتوٰی اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے، شہر ودیگر بلاد وامصار جملہ اقطارِ ہندوستان وبنگال وپنجاب ومليبار وبرہما وارکان وچین وغزنی وامریکا وافریقہ حتی کہ مرکارِ حرمین محترمین سے استفتاء آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں

---

[1] ابن عابدین الشامی : ردالمحتار الامیریہ مصر

[2] قرآن : ۴/۴۸

پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے ہیں۔ اِس میں اگر جواب میں تاخیریں ہوں یا بعض استفتاء تحریرِ جواب سے رہ جائیں تو کیا جائے شکایت ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا۔

اِن صاحب کا اِستفتاء باوصف تلاش کاغذات میں نہ نکلا، ممکن ہے کہ ہجومِ انبار میں نہ ملا ہو یا آیا ہی نہ ہو یا بھیجا ہی نہ ہو اور جس طرح اہل اللہ پر تعدیِ غیر کا خیال بند گیا اُس کا بھیجنا متخیل ہوا ہو۔ بہرحال رعایت کی صورت یہ نہیں ہوتی۔

ہاں ہاں! کھلی کھلی رعایت و اِغماض اور اپنے متبوع کی خاطر حق سے صریح اِعراض وہ ہے جو حضراتِ دیوبند کرتے ہیں۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب نے اپنی ناقص کتاب مسمّی بہ "ایضاح الحق" میں زمان و مکان و جہت سے اللہ عزوجل کو منزّہ ماننا اور اس کا دیدار بلاکیف و جہت و محاذات حق جاننا بدعتِ حقیقیہ کے قبیل سے بتایا جبکہ اس عقیدہ کو کوئی دینی عقیدہ تصور کرے جس سے صاف روشن کہ مذہبی طور پر اللہ عزوجل کو زمان و مکان و جہت سے پاک جاننا اور اس کا دیدار بلاکیف ماننا ضلالت و گمراہی و فی النار ہے اور اہلِ سنت کے تمام ائمہ سلف خلف معاذ اللہ سب بدعتی و گمراہ تھے۔

ایک مسلمان نے دہلوی صاحب کے اس قول کا دیوبندی صاحبوں سے اِستفتاء کیا اور حسبِ دستور مسائل کہ زید، عمرو، بکر لکھ کر دریافت کرتے ہیں، دہلوی صاحب کا نام نہ لکھا۔ اس پر عالیجناب شیخ الگنا گہہ جناب مولوی گنگوہی صاحب نے یہ جواب تحریر فرمایا:

الجواب:

یہ شخص اہلِ سنت و الجماعت سے جاہل اور بے بہرہ اور یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے کفر ہے، نعوذ باللہ منہ۔ حضرات سلف صالحین اور ائمہ دین کا یہی مذہب ہے اور یہی احادیثِ صحیحہ و کلام اللہ شریف کی آیات سے ثابت ہے کہ حق تعالےٰ جل شانہٗ زمان و مکان و جہت سے پاک ہے اور دیدار اس کا بہشت میں مسلمانوں کو نصیب ہوگا چنانچہ کتب عقائد اس سے مشحون ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔ مہر دستخط گنگوہی۔

اور اس پر حضرات دیوبند مولوی محمود حسن صاحب و عزیز الرحمٰن صاحب وغیرہما نے مُہریں کیں اور جناب اسمٰعیل صاحب دہلوی پر بَد دین، ملحِد، زندیق کی چوٹیں جڑیں، علی الخصوص ہمارے ذکر کے قابل عالی جناب مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب ہیں جنہوں نے اِس حکمِ کفر دہلوی صاحب پر یُوں تصدیق فرمائی :

الجواب صحیح۔ اشرفعلی عفی عنہٗ

جب حضرات فتوٰے دے چکے، اب مسلمانوں نے پندرہ سوال کا استفتار ان حضرات سے کیا اور اسمٰعیل دہلوی صاحب اور ان کی ناقص کتاب "ایضاح الحق" کا نام و کلام کھول کر دکھایا کہ مفتی صاحبو! وہ شریعت کا حکم اب بھی مانو گے یا طائفہ کے پیر جی کو خدا کی حکومت سے باہر جانو گے ؟

۲۸ صفر ۱۳۲۹ھ کو یہ استفتار طبع ہو کر شائع ہوا، تین برس ہونے کو آئے ہیں سب صاحب ساکت و خاموش، در خوابِ خرگوش، مشکل تو یہ ہے کہ بولیں تو کیا بولیں، قسمت کا لکھا کیونکر دھولیں، اپنے منہ امام الطائفہ پر حکمِ کفر کریں تو کیونکر ؟ اب وہ فتوٰے سانپ کے منہ کی چھچھوندر ہو گیا کہ اُگلے تو اندھا نگلے تو کوڑھی، جار ناچار سکوت کی اوڑھی، اسے حق پوشی کہتے ہیں، اسے ناحق کوشی کہتے ہیں، اسے پیر جی پرستی کہتے ہیں، اسے بادۂ خیانت کی بدمستی کہتے ہیں۔ بلا پس ہو، جواب نہ دیتے، دل میں پشیمان تو ہوتے کہ جسے خود اپنے فتوؤں میں کفر بکنے والا، بد دین، ملحِد، زندیق لکھ چکے اب تو اسکی غلامی چھوڑیں، اسے پیشوا ماننے سے منہ موڑیں مگر حاشا ع

چھٹتی کہاں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

اب تک وہ ویسا ہی چنین و چناں ویسا ہی امام، یہ اس کے ویسے ہی چناں چنیں، ویسے ہی غلام۔

مسلمانو! انصاف، یہ کونسا دین ہے، کونسی دیانت ہے اور اس پر

ادعائے ایمان وامانت ہے وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

مسلمانو! اس کا تعجب نہیں کہ اللہ واحد قہار و محمد رسول اللہ سید الابرار جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وسلم کی سخت سے سخت توہین کرنے والے کیوں اپنے باطل پر ایسے اڑے ہیں کیوں چاہِ ضلالت میں اوپر تلے یوں اوندھے پڑے ہیں؟

عجب تو یہ ہے کہ دیکھنے والے یہ کچھ ان کے کوتک دیکھیں اور پھر ان کے جُبّہ و دستار کے دام میں پھنسیں گویا یہ حرکات ایک سہل سی بات، ناقابلِ التفات، کوئی کسی کا دس پانچ روپے کا مال چُرالے یا دغا سے دبالے، ہمیشہ کو نظروں سے گر جائے، چور دغاباز نام قرار پائے اور معاذ اللہ! اگر کسی مشہور بنامِ علم پر ایسا الزام عائد ہو تو اس کی تشہیر حد سے زائد ہو، دس پانچ روپے کا جرم یوں ناقابلِ تلافی اور خاص دین و مذہب و عقائد میں ایسی چوری خیانت، سب قابلِ معافی، معافی کیسی خطا ہی نہیں، وضوئے تمیز کبھی ٹوٹا ہی نہیں، یہ کیا ظلم ہے، کیا بے پروائی ہے، کیسی آنکھوں پر چربی چھائی ہے؟

مسلمانو! آج آنکھ کھولو، ورنہ پیشیٔ فردا کے لئے مستعد ہو تو ؎

بروزِ حشر شود ہمچو صبح معلومت
کہ باکہ باختۂ عشق در شبِ دیجور؟

اس تمام شرمناک واقعہ کی تفصیل اور وہ پندرہ سوال ایک مختصر رسالے "دیوبندی مولویوں کا ایمان" میں ہے اسے ملاحظہ کیجئے کہ حق واضح ہے اور خیانت و حق پوشی دونوں کی پوری پہچان ہے، جن صاحب کو انکار ہو، گنتے گنتے بھول گئے، پھر گن لو، جناب مولوی تھانوی صاحب سے اب ان سوالوں کے جواب دِلوالو، بہادری تو جب ہے کہ ان کے منہ کی مہر کھلوالو، کچھ ایسا بہت سا قضیہ نہیں۔ کچھ علمی مباحث دقیقہ نہیں، حق گوئی حق پوشی کا سیدھا سا امتحان ہے کہ دہلوی صاحب کا جب تک نام معلوم نہ تھا، کفر و الحاد کا حکم مرقوم تھا، اب کہ قائل معلوم ہوا وہ حکم کس لئے معدوم ہوا؟ کیا کوئی

نئی شریعت آگئی؟ تحذیر الناس نئی نبوت کا سکہ جما گئی، جس نے شریعتِ مصطفویہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ منسوخ کردی، امام جی کی قبر اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ سے بھر دی اور اگر یہ نہیں تو کیوں نہیں اپنے ہونٹ کھولتے، کیوں نہیں وہ حکمِ کفر و الحاد بولے، بینوا توجروا، بینوا توجروا، بینوا توجروا، اور نہیں تو زید صاحب ہی اتنا ثواب لیں۔ اس فتوے کے ساتھ وہ سوال بھی حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت تھانوی صاحب سے اب جواب لیں زید صاحب کی تحریر پکار رہی ہے کہ ان کو انصاف و حق جوئی سے دلچسپی ہے، وہ ضرور تھانوی صاحب کی خبر لیں گے اور اب جواب نہ ملنے پر انصاف کرلیں گے، اے رب توفیق دے، ہدایت طریق دے۔ آمین آمین والحمد للہ رب العالمین۔

۱۰۔ اب زید صاحب کے حوالوں پر نظر ڈالئے، درِ مختار کا حوالہ محض غلط ہے۔

۱۱۔ عالمگیری کی عبارت میں لا اصل لہ۔ اپنی طرف سے بڑھالیا۔

۱۲۔ بزازیہ کی عبارت سے و اتلاف مال کم کردیا جس سے علّتِ منع ظاہر ہوتی کہ جہاں بے فائدہ محض ہے وہاں ممانعت ہے۔

۱۳۔ پھر اس کی کیا شکایت کہ عالمگیری میں الی رأس القبور تھا اسے الی المقابر بنالیا تاکہ عموم بڑھ جائے۔

۱۴۔ ہاں پوری چالاکی یہ ہے کہ عالمگیری سے فی اللیالی الاول کا لفظ اڑا دیا۔ عالمگیری کی اصل عبارت یہ ہے:

اِخْرَاجُ الشُّمُوْعِ اِلٰی رَأْسِ الْقُبُوْرِ فِی اللَّیَالِی الْاُوَلِ بِدْعَۃٌ كَذَا فِی السِّرَاجِیَّۃِ[1]

"یعنی موت کی پہلی چند راتوں میں شمعیں گھروں سے قبروں کے سرہانے لے جانا بدعت ہے، ایسا ہی فتاوٰے سراجیہ میں ہے۔"

---

[1] الشیخ نظام الدین مع جماعۃ العلماء فتاوٰی عالمگیری نورانی کتب خانہ پشاور

فتاوی سراجیہ دیکھئے اس میں بھی یہ عبارت بعینہٖ اسی طرح ہے، اس کے بعد اتنا زائد ہے :

ذکرہ الشیخ الامام الزاھد الصفار البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب الاعتقاد [1]

"یہ مسئلہ شیخ امام زاہد صفار بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الاعتقاد میں ذکر فرمایا"

ظاہر ہے کہ یہاں قبورِ عوام ہی کا ذکر ہے کہ اعراسِ طیبہ یا مزاراتِ اولیاء کی روشنی فقط پہلی چند راتوں میں نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ وہ ایک عادتِ خاصہ کا بیان ہے ورنہ لیالیِ اول کی تخصیص بے وجہ تھی۔

اب جس طرح جُہّال میں رواج ہے کہ مردہ کو جہاں کچھ زمین کھود کر نہلاتے ہیں جسے عوام لحد کہتے ہیں، چالیس رات چراغ جلاتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ چالیس شب روح لحد پر آتی ہے، اندھیرا دیکھ کر پلٹ جاتی ہے، یونہی اگر وہاں جُہّال میں رواج ہو کہ موت سے چند رات تک گھروں سے شمعیں جلا کر قبروں کے سرہانے رکھ آتے ہوں اور یہ خیال کرتے ہوں کہ نئے گھر میں بے روشنی کے گھبرائے گا تو اس کے بدعت ہونے میں کیا شبہہ ہے اور اس کا پتہ یہاں بھی قبروں کے سرہانے چراغ کے طاق بنانے سے چلتا ہے اور بے شک اس خیال سے جلانا فقط اِسراف و تضییعِ مال ہی نہیں کہ محض بدعتِ عمل ہو بلکہ بدعتِ عقیدہ ہوئی کہ قبر کے اندر ان چراغوں سے روشنی و اَموات کا اِس سے دِل بہلنا سمجھا ولہٰذا امامِ صفار نے اِس مسئلہ کو کتاب الاعتقاد میں ذکر فرمایا۔ اب ملاحظہ ہو کہ اس روایت کو

---

[1] سراج الدین : فتاوی سراجیہ نولکشور لکھنؤ ۳،

ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق رہا؟ وَالِاحْتِمَالُ یَقْطَعُ الِاسْتِدْلَالَ۔

۱۵۔ اِس روایت میں اخراج کا لفظ بھی قابلِ لحاظ ہے، قبورِ عوام ہی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہاں نہ کوئی مکان ہوتا ہے نہ حاضر رہنے والے، نہ کوئی سامانِ روشنی، گھر ہی سے چراغ لے جانا پڑتا ہے بخلاف مزاراتِ طیبہ کے کہ وہاں گھر سے لے جانے کی حاجت نہیں ہوتی تو ذکر قبورِ عوام ہی کا ہے اور اگر زید نہ مانے اور اسے چراغانِ مزاراتِ طیبہ کی نسبت جانے تو آٹھ سو برس سے تو اِس روشنی کا ثبوت ہو گیا جسے زید نے مشائخ زمانہ کا فعل کہا کہ امام زاہد صفار رحمہ اللہ تعالےٰ کی وفات ۵۳۶ھ میں ہے کما فی الطبقات الکبریٰ وکشف الظنون۔

۱۶۔ سب سے زیادہ خوفناک تحریف یہ ہے تَتَّخِذُوْنَ عَلَیْہِمْ مَسَاجِدَ کو قرآن عظیم کا لفظ کریم بنا لیا حالانکہ یہ جملہ قرآن عظیم میں کہیں نہیں۔ یہ تینوں لفظ متفرق طور پر ضرور قرآن عظیم میں آئے ہیں مثلاً

تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ، وَمَسَاجِدَ یُذْکَرُ فِیْہَا اسْمُ اللّٰہِ۔

مگر اس ترکیب و ترتیب سے کہیں نہیں۔

سورۂ کہف میں یوں ہے:

قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓی اَمْرِہِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْہِمْ مَسْجِدًا [1]

پھر بھی دیوبندی صاحبوں کے حال سے غنیمت ہے کہ وہ تو آن ہوتی کتابوں سے گھڑ لیتے ہیں، ان کے صفحے بنا لیتے ہیں، ان کی عبارتیں دل سے تراش لیتے ہیں

اور اکابر اولیاء کرام و علماء عظام کی طرف نسبت کر دیتے ہیں، دیکھو دیوبندیوں کی لال کتاب " سیف النقی " اور اس کے رد میں " العذاب البئیس " وغیرہ تحریرات کثیرہ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

۱۷۔ زید کو اقرار ہے کہ یہ فعل مشائخ قدیم سے چلا آتا ہے، اگرچہ کہیں تو انہیں مشائخ زمانہ لکھا، کہیں پیرزادے اور کہیں مجاور، جن کے لئے قبور ذریعۂ معاش ہیں مگر شروع میں تحریر فرما چکے ہیں کہ " میں بقسم شرعی باور کراتا ہوں کہ میں نے کوشش کی کہ چراغانِ قبور کا کسی تاویل سے استحسان ثابت ہو جائے تو میں رسم قدیم کی مخالفت نہ کروں " اور اس کا جواب دیا کہ " پیرزادگان صالح ہوں اہل اللہ ہوں، معصوم نہیں "

زید صاحب معصوم کے سوا کسی کی نہیں مانتے مگر افسوس! جب وہ صالحین ہیں، اہل اللہ ہیں تو یہی علمگیری جس کی سند سے آپ انہیں بدعتی بنانا چاہتے ہیں، ان کے افعال کو دین میں سند و حجت بتاتی ہے۔ فتاوٰی علمگیری میں مشائخ کرام ہی کے ذکر میں ہے:

یُتَمَسَّکُ بِاَفْعَالِ اَھْلِ الدِّیْنِ کَذَا فِیْ جَوَاھِرِ الْفَتَاوٰی

" تمسک کیا جائے اہل دین کے افعال سے، ایسا ہی جواہر الفتاوٰی میں ہے "

۱۸۔ سرکار اعظم حضور پرنور مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالٰی علٰی من طیبہا وآلہ وبارک وسلم میں وہ جلیل و جمیل روشنی، وہ جانفزا دلکشا روشنی، وہ دل افروز دماغی سوز روشنی کہ نہایت

لہ شیخ نظام الدین وغیرہ فتاوٰی عالمگیری

تزک واحتشام سے ہوتی ہے، اِس کے جواب میں زید نے یہ تاویل گھڑی کہ وہ روشنی مسجد کریم کے لئے ہے نہ کہ مزارِ اقدس کے واسطے، صلی اللہ تعالےٰ علیٰ صاحبہ و آلہٖ وبارک وسلم۔

شاید زید کو زیارت سراپا طہارت نصیب نہ ہوئی، اپنے قصبہ کی کسی مسجد پر قیاس کیا جہاں دُمڑی کے چراغ میں دھیلے کا تیل، وہاں کے فرشی جھاڑوں اور کثیر التعداد فانوسوں اور ہزار ہا روپے کے شیشہ آلات اور ان کی دل نواز جگمگاہٹ دیکھو تو آپ کی خشن بے ذوق طبیعت کے طور پر یہ مسجد کے لئے کب جائز ہو وہی بزازیہ جس سے یہ سند لائے، اسی کی دربارۂ مسجد بھی سنیئے۔

اس کی کتاب الوصایا فصلِ اول میں ہے :-

قَالَ ثُلُثُ مَالِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَفِی النَّوَازِلِ لَوْصَرَفَ اِلٰی سِرَاجِ الْمَسْجِدِ یَجُوْزُ لٰکِنْ اِلٰی سِرَاجٍ وَّاحِدٍ فِیْ رَمَضَانَ وَغَیْرِہٖ [1]

" اگر کوئی اپنے تہائی مال کی وصیت راہِ خدا کے لئے کرے تو اس سے مسجد کا چراغ بھی جلا سکتے ہیں مگر صرف ایک چراغ، رمضان ہو یا غیرِ رمضان "

۱۹- زید صاحب کو چاہئے ذرا حج و زیارت سے مشرف ہوں، وہاں ان کو مسجد الحرام شریف میں کچھ ہانڈیاں گرد مطاف نظر آئیں گی کہ ساری مسجد کریم کو پوری روشنی نہیں دیتیں اور سرکارِ اعظم میں وہ نظر آئے گا جس سے آنکھیں چندھیا جائیں، اگر یہ روشنی مسجد کے لئے ہوتی تو مسجد الحرام شریف زیادہ مستحق تھی کہ وہ مسجد مدینہ طیبہ سے

---

[1] محمد بن محمد الشہاب : فتاوٰی بزازیہ مع عالمگیری نورانی کتب خانہ پشاور ۴۳۵/۶

افضل بھی ہے اور وسعت میں بھی کئی حصے زیادہ، نہیں نہیں، بالیقین وہ تجمل روضۂ پُرانوار حضور سیّد الابرار صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لئے ہیں جسے ہر سمجھ والا بہ نگاہِ اوّلیں ادراک کرلیتا ہے۔

میرے دل سے ان لفظوں کا ذوق نہیں جاتا جو ایک مسلمان زائر نے حج کے بعد شان وتجمّلِ روضۂ انور دیکھ کر کہے تھے کہ یہاں شانِ محبوبیت کھلتی ہے، اس نے کہ گھر سے پاک ہے اپنا گھر یوں سادہ رکھا ہے اور کاشانۂ محبوب کے یہ ساز وسامان ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

دیکھئے نگاہِ ظاہر پر اس شان وشکوہ کا کیا اثر پڑا کہ اس ناظر کے دل میں ایمان جگمگا اٹھا، اسی حکمت کے لئے تو علمائے کرام نے تجملِ ظاہر پسند فرمایا ہے ورنہ حاشا للہ ع

حاجتِ مشّاطہ نیست روئے دلآرام را

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا الْاِیْمَانَ الْکَامِلَ وَاَمِتْنَا عَلَیْہِ بِجَاہِ حَبِیْبِکَ وَعَرُوْسِ مَمْلَکَتِکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ اٰمِیْنَ۔

۲۰۔ مسجد میں روشنی خشت وگل کی ذات کے لئے نہیں ہوتی بلکہ نمازیوں کے واسطے بلکہ نماز میں بھی اصل نظر صرف فرائض پر مقصور ہے کہ اصالۃً بنائے مسجد انہی کیلئے ہے ولہٰذا جہاں تہجد وغیرہ نوافل خواں وذاکرین شب بھر مسجد میں رہتے یا رات کے سب حصوں میں ان کی آمد ورفت مسجد میں رہتی ہو اور اس وجہ سے وہاں شب بھر روشنی رکھنے کی عادت ہو یا واقف نے خود اس کی تصریح کردی ہو، ایسی جگہ کے علاوہ باقی تمام مساجد میں تہائی رات کے بعد روشنی گل کردینے کا حکم ہے کہ اب اسراف وتضییعِ مال ہے۔

فتاوے خانیہ و فتاوے عالمگیریہ وغیرہ میں ہے :

لَا بَأْسَ بِاَنْ يَّتْرُكَ سِرَاجَ الْمَسْجِدِ فِي الْمَسْجِدِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يَتْرُكُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِلَّا اِذَا شَرَطَ الْوَاقِفُ ذٰلِكَ اَوْ كَانَ ذٰلِكَ مُعْتَادًا فِيْ ذٰلِكَ الْمَوْضِعِ

سراج وہاج پھر ہندیہ میں ہے :

لَوْ وَقَفَ عَلٰى دُهْنِ السِّرَاجِ لِلْمَسْجِدِ لَا يَجُوْزُ وَضْعُهٗ جَمِيْعَ اللَّيْلِ بَلْ بِقَدْرِ حَاجَةِ الْمُصَلِّيْنَ وَيَجُوْزُ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ اَوْ نِصْفِهٖ اِذَا احْتِيْجَ اِلَيْهِ لِلصَّلٰوةِ فِيْهِ [1]

اور مسجد اکرم سرکار اعظم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میں نماز عشاء کے بعد کوئی رہنے نہیں پاتا، لوگوں کو باہر کرکے سحر تک دروازے بند رکھتے ہیں اور یہ عادت آج سے نہیں صدہا سال سے ہے۔

امام جلیل ابوالحسن سمہودی کتاب وفاء الوفاء میں جس کی تصنیف ۸۸۶ھ میں فرمائی پھر اس کے خلاصہ، خلاصۃ الوفاء میں فرماتے ہیں :

يُطَافُ لِاِخْرَاجِ النَّاسِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ بِفَوَانِيْسَ سِتَّةٍ رَتَّبَهَا شَيْخُ الْخُدَّامِ شِبْلُ الدَّوْلَةِ كَافُوْرُ الْمُظَفَّرِيُّ الْحَرِيْرِيُّ وَكَانَ الطَّوَافُ قَبْلَهٗ بِشُعَلٍ مِّنَ السَّعَفِ

" نماز عشاء کے بعد لوگوں کو مسجد کریم سے باہر کرنے کے لئے اب

---

[1] محمود الازوجندی — فتاوے خانیہ مع عالمگیری — نورانی کتب خانہ پشاور

[2] الشیخ نظام — فتاوے عالمگیری — ۴۵۹/۲

[3] علی بن احمد السمہودی — وفاء الوفاء — بیروت

چھ فانوس لے کر دورہ کرتے ہیں اور پہلے کھجور کی شاخیں روشن کر کے ان کے ساتھ دورہ ہوتا تھا۔"

نیز اس پر اس سے بہت پہلے کی وہ جلیل القدر معجزۂ خسفِ بدخواہانِ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی حکایت دال ہے جو اسی کتاب وفاء الوفاء تصنیف ۸۸۶ھ اور اس سے پہلے کتاب ریاض النضرہ امام محب الدین طبری متوفی ۶۹۴ھ و کتاب تاریخ المدینہ للامام الجلیل ابی محمد عبد اللہ المرجانی میں مذکور و ماثور ہے اور ان سب سے پہلے خادمِ روضۂ مطہرہ نے امام ابو عبد اللہ قرطبی کے سامنے اسے روایت کیا۔ اس کی اصل خود امیر المؤمنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثابت۔

بلاذری نے ابو سعید مولٰی ابی اُسید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَعُسُّ فِي الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فَلَا يَرٰى اَحَدًا اِلَّا اَخْرَجَهٗ اِلَّا رَجُلًا قَائِمًا يُصَلِّيْ [1]

"امیر المؤمنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نمازِ عشاء کے بعد مسجدِ کریم میں دیکھ بھال کے لئے دورہ فرماتے تھے، جسے دیکھتے مسجد سے باہر فرما دیتے مگر جو شخص کھڑا نماز پڑھ رہا ہو۔"

بایں ہمہ مسجد کریم میں صبح تک روشنی رہتی ہے اور فقہائے کرام نے اس کے جواز کی تصریح فرمائی۔

وہی بزازیہ کتاب الوقف فصلِ رابع ملاحظہ کیجئے:

يَجُوْزُ تَرْكُ سِرَاجِ الْمَسْجِدِ فِيْهِ مِنَ الْمَغْرِبِ اِلٰى

---

[1] علی بن عبد السمہودی وفاء الوفاء بیروت ۶۶۶/۲

اَلْعِشَاءِ لَا کُلَّ اللَّیْلِ اِلَّا اِذَا جَرَتِ الْعَادَۃُ بِذَالِکَ کَمَسْجِدِ سَیِّدِنَا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

"جائز ہے مسجد کے چراغ کا مسجد میں چھوڑنا مغرب سے عشاء تک نہ کہ تمام شب مگر جب کہ اس کی عادت ہو جیسے کہ مسجدِ نبوی، صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔"

اس سے بھی روشن کہ یہ روشنی نمازیوں کے لئے نہیں ہے بلکہ روضۂ اقدس کے لئے ہے اور ہم عنقریب کلامِ ائمہ سے اس کی تصریح نقل کرینگے و باللہ التوفیق۔

۲۱۔ زید صاحب نے یہ روشنی مزارِ اطہر کے لئے نہ ہونے کی وہ بھاری دلیل گھڑی جس کے بوجھ میں خود ہی دب کر رہے۔ ذرا یہ نئی منطق، جہان بھر سے بھی جدا منطق الطیر سے بھی سوا ملاحظہ ہو کہ "قبر شریف درحقیقت روپوش ہے، بھلا پھر روشنی اس کے لئے کیسے ہو سکتی ہے" گویا جو شے نظر نہ آئے اس سے اعتناء اس کی تکریم ہو ہی نہیں سکتی۔ اہل اللہ پر عبادت قبور کا الزام رکھا تھا جس کی تکذیب کو ان کا اہل اللہ ہونا ہی بس تھا مگر کہیں یہ مسئلہ عُبّادِ صنم کی تائید نہ کرے، وہ یہی کہتے ہیں کہ بے دیکھے تعظیم کیسی؟

۲۲۔ حجرۂ مطہرہ کی آرائشیں اور اس پر وہ ہزارہا روپے کی تیاری کا غلاف شریف یہ بھی شاید مسجد ہی کے لئے ہو کہ مزارِ کریم تو مستور ہے۔

۲۳۔ غنیمت ہے کہ اس مسئلہ میں تعظیمِ قبور کا الزام تو قطع ہوا۔ مزاراتِ اولیائے کرام عموماً جہاں جہاں روشنی ہوتی ہے خصوصاً ایامِ اعراس میں غلافوں سے روپوش ہوتے ہیں تو بطور زید بھی یہ روشنی تعظیمِ قبور کے لئے نہیں ہو سکتی۔

لہ محمد بن محمد الشہاب فتاوی بزازیہ نورانی کتب خانہ پشاور

۲۲۔ دوسری بات یہ کہ یہ روشنی منجانب سلطان ہوتی ہے جس نے بنک قائم کیا۔ اس کہنے کا محل جب تھا کہ فعل سلطان سے کسی نے استناد کیا ہوتا کہ یہ روشنی اس لئے جائز ہے کہ سلطان کی طرف سے ہوتی ہے اور جب ایسا نہیں تو بے محل محض سلطانِ ترکی کو باتباع لہجہ نصاری مکروہ لفظ ٹرکی سے تعبیر کرکے بلاوجہ سلطانِ اسلام کی عیب چینی کیا مصلحت ہوتی؟ حدیث میں ہے:

اَلسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ فَمَنْ اَکْرَمَہٗ اَکْرَمَہُ اللّٰہُ وَمَنْ اَھَانَہٗ اَھَانَہُ اللّٰہُ۔

"سلطان زمین میں اللہ تعالے کا سایہ ہے جو اس کی عزت کرے اللہ تعالے اس کو عزت دے اور جو اس کی توہین کرے اللہ تعالے اسے ذلت دے۔"

رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم۔

لاجرم یہ اپنی طرف سے عدمِ جوازِ روشنی پر اقامتِ دلیل ہے، یہ ضرورت اس کے ذکر کی طرف داعی ہوئی اگر جواب بھی شرع مسئلہ کی روش سے دور ہے کہ اس کی سندِ کتابت بعض اخبارات ہی ہوگی اور اخباری بیانات جیسے ہوتے ہیں، معلوم ہیں۔

امام حجۃ الاسلام نے احیاء العلوم میں تصریح فرمائی کہ کسی مسلمان کی طرف نسبتِ کبیرہ حرام ہے جب تک تواتر سے یقینی الثبوت نہ ہو، نہ کہ محض اخباری گپیں، اگر صحیح بھی ہو تو ممکن بلکہ مظنون کہ وہ اس نئی جماعت حریت کی طرف سے ہوگا تو

۱؎ محمد عبد الرؤف مناوی فیض القدیر بیروت ۱۴۲/۴

سلطان کے سر اس کبیرہ کا باندھنا محض جزاف ہے۔

پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ بینک سود دینے کے لئے ہے یا معاذ اللہ! سود لینے کے لئے، سلطنت میں اس وقت وہ وسعت کہاں کہ لوگوں کو کثیر المقدار قرض دے وہ خود اپنی ضروریات شدیدہ کے لئے روپے کی حاجتمند ہے اور حاجتِ شرعیہ کے وقت سود دینے کی اجازت ہے۔ درِ مختار میں ہے یَجُوْزُ لِلْمُحْتَاجِ الْاِسْتِقْرَاضُ بِالرِّبْحِ [1]

بہرحال اب حاصلِ دلیل یہ ہے کہ یہ سلطان کی طرف سے ہے اور سلطان فاسق ہیں اور جو فاسق کی طرف سے ہو سب ناجائز ہے۔ اس دلیل کی خوبی اس کے کبریٰ کی کلیت سے ظاہر۔ قرآن کریم پر اعراب لگانا تو شاید سخت ہی بدتر کام ہوگا کہ رحجاج جیسے ظالم اظلم کی طرف سے ہے۔

۲۵۔ سلطانِ اسلام سے فارغ ہو کر حرمین طیبین کی طرف متوجہ ہوئے کہ وہاں کا بڑا حصہ ڈاڑھی کتراتا ہے۔ الحمد للہ کہ کلیۃً نہ کہا، ہر جگہ ہمیشہ بڑا حصہ عوام کا ہوتا ہے۔ اگر عام طور پر عوام صدہا سال سے ایک فعل کریں اور وہ بھی مسجد میں اور وہ بھی مسجد اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں اور وہ بھی کارِ خیر و موجبِ اجر و تعظیمِ شعائر اللہ و اجلالِ حرمات اللہ جان کر۔ بایں ہمہ جماہیر علماء روزانہ دیکھیں اور منع نہ فرمائیں تو استناد تقریرِ علماء سے ہوگا نہ کہ فعلِ عوام سے۔

۲۶۔ خود ہی سمجھ کر کہ تعامل ہے نہ مجرد عملِ عوام اس کا یہ علاج کیا کہ تعامل حرمین شریفین کا بعد قرونِ ثلاثہ کے سند نہیں۔ قرونِ ثلاثہ کی تخصیص کا قضیہ ہمارے رسائل ردِّ وہابیہ میں جابجا رد ہو چکا اور مسئلہ تعاملِ حرمین شریفین بھی کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد"

---

[1] زین الدین بن ابراہیم بن نجیم الاشباہ والنظائر درر المفاسد الخ ادارۃ القرآن، کراچی ۱۲۶/

قاعدہ یازدہم میں واضح فرمادیا گیا۔

یہاں اسی قدر کافی کہ شیخ محقق جذب القلوب شریف میں حدیث صحیح بخاری

اِنَّهَا طَيْبَةٌ تَنْفِي الذُّنُوْبَ كَمَا تَنْفِي الْكِيْرُ خُبْثَ الْفِضَّةِ

وغیرہ بیان کرکے فرماتے ہیں :

"مراد نفی و ابعادِ اہلِ شر و فساد است از ساحتِ عزت ایں بلدۂ طیبہ و بقول اکثر علمائے دین خاصیت مذکورہ در وے در جمیع ازمان و دہور پیدا است"۔[1]

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَأْزِرُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَأْزِرُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا[2]

"بے شک ایمان مدینہ کی طرف سمٹتا ہے جیسے سانپ اپنے بل کی طرف"۔

امام قرطبی اس کی شرح میں فرماتے ہیں :۔

فِيْهِ تَنْبِيْهٌ عَلٰى صِحَّةِ مَذْهَبِهِمْ وَسَلَامَتِهِمْ مِنَ الْبِدَعِ وَاَنَّ عَمَلَهُمْ حُجَّةٌ فِيْ زَمَانِنَا[3]

اس حدیث شریف میں تنبیہ ہے اس پر کہ ان کا مذہب صحیح ہے اور وہ بدعتوں سے پاک ہیں ان کا عمل ہمارے زمانہ میں حجت ہے۔

۲۷۔ آگے ترقی کرکے تعامل حرمین شریفین کو بالکل ساقط و نامعتبر کردیا، قرونِ ثلاثہ کا استثنار

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی : جذب القلوب — نولکشور لکھنؤ — ص ۲۵

[2] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام : صحیح بخاری — ہاشمی میرٹھ — ۲۵۲/۱

[3] محمد بن احمد عینی : عمدۃ القاری — بیروت — ۲۴۰/۱۰

بھی اڑ گیا اور دلیل یہ کہ حجت صرف قرآن وحدیث واجماع وقیاس مجتہدین ہیں، ابھی کہا تھا کہ " چراغاں کا جواز اگر آج بھی کسی عالم مستند کی کتاب سے نکل آئے تو مجھ کو کد نہ ہوگی " اور ممانعت کے لئے شاہ رفیع الدین صاحب کے فتوے اور قاضی صاحب پانی پتی کی مالابدّ وارشاد الطالبین سے استناد کیا، یہ لوگ اور ان کا کلام بھی نہ قرآن ہے، نہ حدیث، نہ اجماع، نہ قیاسِ مجتہدین، پھر یہ پانچویں حجت کہاں سے آئی؟

۲۸۔ ابھی جواہر الفتاوٰی وفتاوٰی عٰلمگیریہ سے گزرا کہ دینداروں کے افعال سند ہوتے ہیں، یہ چھٹی حجت ہوئی۔

۲۹۔ اب بفضل اللہ عزوجل ہم وہ عبارات جانفزا ذکر کریں جن سے ثابت ہو کہ روضۂ انور میں کیسی روشنی ہوتی ہے اور کے سو برس سے رائج ہے جب سلطنت عثمانیہ کی بنیاد بھی نہ پڑی تھی اور یہ کہ وہ خاص روضۂ اطہر ہی کے واسطے ہے نہ کہ بہ نیت مسجد اور یہ کہ وہ بہ منظوری علماء کرام ہے نہ کہ صرف فعل سلاطین اور یہ کہ کیسے امام جلیل نے اس کے جواز کا روشن فتوٰے دیا نہ فقط فتوٰے بلکہ خاص اس باب میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا و للہ الحمد۔

عالم مدینہ طیبہ، امام اجل سید ابو الحسن علی نور الدین ابن عبد اللہ سمہودی مدنی قدس سرہ معاصر امام اجل جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہما اللہ تعالٰی نے کہ دونوں حضرات کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہوئی) کتاب مستطاب خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم تصنیف ۸۹۳ھ کے باب رابع کی شانزدہ گانہ فصلوں میں فصل ۱۱ روضۂ اقدس کے تزک واحتشام وشیشہ آلات وسامان روشنی کے بیان میں وضع فرمائی، اور فصل ۱۲ مسجد مقدس کے ستونوں، چراغوں وغیرہ کے بیان میں جدا لکھی۔ اس فصل مسجد میں فرمایا:

بِصِحْنِ مَسْجِدِ اَرْبَعُ مَشَاعِلَ تُشْعَلُ فِیْ لَیَالِی الزِّیَارَاتِ الْمَشْهُوْرَةِ وَمَا عَلِمْتُ اَوَّلَ مَنْ اَحْدَثَهَا وَبِالْمَسَاجِدِ سَلَاسِلُ كَثِيْرَةٌ لِلْقَنَادِيْلِ عُمِلَتْ بَعْدَ الْحَرِيْقِ وَالْمُرَتَّبُ لِلْوُقُوْدِ مِنْهَا يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ لِمَا لَا يَخْفٰى۔

"مسجد کریم کے صحن میں چار مشعلیں ہیں کہ زیارت کی مشہور راتوں میں روشن کی جاتی ہیں اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ اوّل اوّل یہ مشعلیں کس نے رکھیں اور مسجد میں قندیلوں کی بہت سی زنجیریں ہیں کہ آتشزدگی کے بعد بنیں اور ان کی روشنی کا راتب گھٹتا بڑھتا ہے جس کا سبب ظاہر ہے۔"

اور اُس فصل روضۂ انور میں فرمایا:

اَمَّا مَعَالِيْقُ الْحُجْرَةِ الشَّرِيْفَةِ الَّتِيْ تُعَلَّقُ حَوْلَهَا مِنْ قَنَادِيْلِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَنَحْوِهِمَا وَلَمْ اَقِفْ عَلٰى ابْتِدَاءِ حُدُوْثِهَا اِلَّا اَنَّ ابْنَ النَّجَّارِ قَالَ فِيْ سَقْفِ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بَيْنَ الْقِبْلَةِ وَالْحُجْرَةِ عَلٰى رَأْسِ الزَّوَايَا اِذْ وَقَفُوْا مُعَلَّقٌ نَيِّفٌ وَاَرْبَعُوْنَ قِنْدِيْلًا كِبَارًا وَصِغَارًا مِنَ الْفِضَّةِ الْمَنْقُوْشَةِ وَالسَّاذِجَةِ وَفِيْهَا اثْنَانِ مِنْ بِلَوْرٍ وَوَاحِدٌ مِنْ ذَهَبٍ وَقَمَرٌ مِنْ فِضَّةٍ مَغْمُوْسٌ فِي الذَّهَبِ وَهٰذِهِ تُشْعَلُ مِنَ الْمُلْدَانِ مِنَ الْمُلُوْكِ وَاَمَّا بَابُ الْحَشْمَةِ انْتَهٰى وَعَمَلُ مَنْ ذَكَرَ مُسْتَمِرٌّ بِذٰلِكَ لَمْ تَزَلْ هٰذِهِ الْقَنَادِيْلُ فِيْ زِيَادَةٍ وَمِنْ اَحْسَنِ مَا رَاَيْتُ مِنْ مَعَالِيْقِ الْحُجْرَةِ قِنْدِيْلٌ مِنْ فَوْلَادٍ

۵۔ حسن بن احمد سمہودی وفاء الوفاء بیروت

كَبِيْرٍ اَحْسَنُ التَّكْوِيْنِ مُخَرَّمًا مُلَفَّتًا بِذَهَبٍ يُضِيْئُ اِذَا اُسْرِجَ فِيْهِ وَعَلَيْهِ مَكْتُوْبٌ اِنَّ النَّاصِرَ مُحَمَّدَ بْنَ قَلَاوُوْنَ عَلَّقَهٗ بِيَدِهٖ هُنَاكَ [1]

حاصل یہ کہ روضۂ انور کا سامان روشنی، سونے کی قندیلیں اور چاندی کی اور ان کے مثل اور قیمتی چیزوں کی کہ روضۂ مطہرہ کے گرد آویزاں کی جاتی ہیں۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ ان کی ابتدا کب سے ہے ہاں امام حافظ الحدیث محمد بن محمد بن النجار متوفی ۶۴۳ھ نے اپنی کتاب الدرۃ الثمینہ فی اخبار المدینہ میں فرمایا کہ سقفِ مسجد کریم کے اتنے ٹکڑے میں کہ دیوارِ قبلہ سے حجرۂ مقدسہ تک ہے، جب زائرین مواجہۂ اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں کھڑے ہوں ان کے سروں پر چالیس سے زائد قندیلیں آویزاں ہیں، بڑی بڑی اور چھوٹی چاندی کی نقشی اور سادی اور ان میں دو بلور کی ہیں ایک سونے کی اور ایک چاندی کا چاند ہے سونے میں مغرق اور یہ شہروں شہروں سے سلاطین وامرا حاضر کیا کرتے ہیں انتہیٰ۔

اور یہ دستور برابر چلا آتا ہے ہمیشہ ان قندیلوں میں ترقی ہوتی رہی اور روضۂ مطہرہ کی تمام آویزاں روشنیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت جو میں نے دیکھی وہ فولادی بڑی قندیل ہے کہ نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے، اس کے پیٹ اور کناروں پر سونا چڑھا ہوا ہے کہ اس میں روشنی کرنے سے دمکنے لگتا ہے۔ اس پر لکھا ہوا ہے کہ "ناصر محمد بن قلاوون نے اسے یہاں اپنے ہاتھ سے لٹکایا" انتہیٰ ملتقطاً۔

یہاں تو آپ کو یہ معلوم ہوا کہ روشنی خاص روضۂ منورہ کے لئے ہی ہے اور یہ کہ کتنی کثیر وشاندار ہے اور یہ کہ صدہا سال سے ہے اور یہ کہ عثمانی سلطنت سے بھی

---

[1] وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ، ج ۱، ص ۲۹۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت

بہت پہلے سے ہے۔

اب مجمع علماء کرام کا ذکر سنئے :

علامہ قطب الدین مکی حنفی معاصر امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالیٰ "کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام" ص ۳۰ میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں۔

جب سلطان مراد خاں بن سلطان سلیم خاں بن سلیمان خاں رحمہم الرحمٰن نے ۹۸۴ھ میں باب عالی سے سونے کی تین قندیلیں بیش بہا جواہرات سے مرصع محمد چاوش خان کے ہاتھ حاضر کی ہیں کہ وہ کعبہ معظمہ کے اندر آویزاں کی جائیں اور ایک حجرۂ مزار اطہر میں چہرۂ انور کے مقابل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ معظمہ میں آئے، حضرت شریف مکہ سیدی حسن بن ابی نہی حسنی اور ناظر حرم محترم قاضی مدینہ منورہ شیخ الاسلام سید العلماء سیدی حسین حسینی مکی اور قاضی مکہ معظمہ مولانا مصلح الدین لطفی بگ زادہ مع جملہ اعیان واکابر حرم محترم میں حاضر ہوئے فرماتے ہیں

وَكَانَ الْعُلَمَاءُ وَالْفُقَهَاءُ وَالْمَوَالِي [1]

"یعنی مکہ معظمہ کے تمام علماء وفقہاء سردار گرد کعبہ معظمہ جمع ہوئے"

پھر آستانہ عالیہ کی طرف سے حضرت شریف مکہ و دیگر عظماء کو خلعت پہنائے گئے، کعبہ معظمہ کا دروازہ کھولا گیا، سیدنا الشریف نے خلعت پہنا اور طواف کعبہ معظمہ کیا۔

ادھر وہ طواف میں ہیں، ادھر رئیس مؤذنان قبہ زمزم پر سلطنت و شریف کے لئے آواز بلند دعا کر رہا ہے اور تمام حاضرین دعا و آمین میں مشغول ہیں۔

بعد فراغ طواف و رکعتین طواف حضرت شریف کعبہ معظمہ کے اندر حاضر ہوئے اور اپنے دست مبارک سے قندیلیں آویزاں کیں، سب حاضرین، جملہ علماء و فقہاء و امراء و عظماء نے فاتحہ پڑھی اور دعائیں لیں اور جلسہ ختم ہوا۔

---

[1] کتاب الاعلام

علامہ ممدوح فرماتے ہیں :

وَكَانَ يَوْمًا شَرِيْفًا مَشْهُوْدًا وَّوَقْتًا مُبَارَكًا مُتَيَمِّنًا مَسْعُوْدًا [1]

" وہ دن بزرگ اور تمام اعیانِ مکہ کی حاضری کا تھا اور وقت مبارک اور فرخندہ باسعادت تھا "

پھر محمد جادیش باقی قندیل لے کر سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔

علامہ فرماتے ہیں :

وَاجْتَمَعَتْ لَهٗ اَكَابِرُ الْمَدِيْنَةِ الشَّرِيْفَةِ وَاَعْيَانُهَا وَعُلَمَآؤُهَا وَصُلَحَآؤُهَا [2]

" ان کے پاس مدینہ طیبہ کے اکابر و عمائد و علماء و صلحاء سب جمع ہوئے "

وَعُمِلَ مَوْلَدٌ شَرِيْفٌ فِي الْحَرَمِ الشَّرِيْفِ النَّبَوِيِّ [3]

" حرمِ کریم میں محفلِ عظیم منعقد کی گئی "

فُتِحَتِ الْحُجْرَةُ الشَّرِيْفَةُ النَّبَوِيَّةُ عَلٰى سَاكِنِهَا اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ۔

حجرۂ طاہرہ مزارِ پُرانوار حضرت سیّدِ ابرار صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کھولا گیا "

وَعُلِّقَ ذٰلِكَ الْقِنْدِيْلُ تُجَاهَ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [4]

---

[1] کتاب الاعلام

[2] "

[3] "

[4] "

" اور وہ سونے کی قندیل جواہرِ بے بہا سے مرصع روئے انور سیدِ اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجہۂ اقدس میں آویزاں کی گئی "

وَ قُرِئَتِ الْفَوَاتِحُ وَ حَصَلَ الدُّعَاءُ [1]

" اور حاضرین نے فاتحہ پڑھی اور دعا کی "

اور مجلس بخیر و خوبی ختم ہوئی۔

علامہ ممدوح اِس حکایت کا خاتمہ اِن لفظوں پر فرماتے ہیں :۔

وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ عَلَّقَ قَنَادِيْلَ الذَّهَبِ فِي الْحَرَمَيْنِ الشَّرِيْفَيْنِ مِنْ سَلَاطِيْنِ اٰلِ عُثْمَانَ خَلَّدَ اللّٰهُ تَعَالٰى سَلْطَنَتَهُمْ وَ قَدْ سَبَقَ بِهٰذِهِ الْمَنْقَبَةِ الشَّرِيْفَةِ اٰبَاءَهُ السَّلَاطِيْنَ الْعِظَامَ [2]

" یعنی سلاطینِ آلِ عثمان میں کہ اللہ عزوجل ان کی سلطنت کو ہمیشہ رکھے، سلطان مراد خاں نے اس کی پہل کی کہ حرمین محترمین میں سونے کی قندیلیں آویزاں کیں وہ اِس عظیم منقبت میں اپنے باپ دادا سلاطین پر سبقت لے گئے "

اِس خاتمہ سے دو فائدے ظاہر ہوتے، ایک یہ کہ سلاطینِ عثمانیہ سے پہلے سلاطین بھی سونے کی قندیلیں حاضر کرتے۔ سلاطینِ عثمانیہ میں پہلے یہ سعادت سلطان محمد مراد خاں نے پائی۔ دوسرے یہ کہ علامہ ممدوح اِس کا استحسان فرماتے اور اسے منقبت شریفہ بتاتے ہیں۔

اب پھر عباراتِ سابقہ خلاصۃ الوفاء کی طرف رجوع کیجئے اور وہ سنیے جو امام ممدوح سیدی نور الدین سمہودی اِس عبارت کے اثنا میں اس جانفزا روشنی کے بیان میں رقم فرماتے ہیں،

---

[1] کتاب الاعلام

[2] "

وہ عبارت یہ ہے

وَقَدْ اَلَّفَ السُّبْكِيُّ تَالِيفًا سَمَّاهُ تَنْزِيلَ السَّكِينَةِ عَلَى قَنَادِيلِ الْمَدِينَةِ وَذَهَبَ فِيهِ اِلَى جَوَازِهَا وَصِحَّةِ وَقْفِهَا وَعَدَمِ جَوَازِ صَرْفِ شَيْءٍ مِنْهَا لِعِمَارَةِ الْمَسْجِدِ[1]

"بے شک امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبد الکافی (متوفی ۷۵۶ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ نے خاص اس باب میں ایک کتاب تالیف فرمائی جس کا نام "تنزیل السکینۃ علی قنادیل المدینۃ" رکھا اور اس کتاب میں ان کا جائز ہونا اور ان کا وقف صحیح ہونا بیان فرمایا اور یہ کہ ان کو مسجد کی عمارت میں صرف کرنا جائز نہیں۔"

یہ امام اجل وہ ہیں جن کی نسبت امام ابن حجر فرماتے ہیں:-

اَلْاِمَامُ الْمُجْمَعُ عَلٰى جَلَالَتِهٖ وَاجْتِهَادِهٖ[2]

"وہ امام کہ ان کی جلالتِ شان و قابلیتِ اجتہاد پر اجماع ہے۔"

صلاح صفدی نے کہا:-

اَلنَّاسُ يَقُوْلُوْنَ مَا جَاءَ بَعْدَ الْغَزَالِيِّ مِثْلُهٗ وَعِنْدِيْ اَنَّهُمْ يَظْلِمُوْنَ وَمَا هُوَ عِنْدِيْ اِلَّا مِثْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ[3]

"لوگ کہتے ہیں امام حجۃ الاسلام کے بعد کوئی امام تقی الدین سبکی کے مثل پیدا نہ ہوا اور میرے نزدیک وہ ان کی شان گھٹاتے ہیں۔ میرے نزدیک تو وہ امام سفیان

---

[1] علی بن احمد السمہودی، وفاء الوفاء بیروت

[2]

[3] علامہ سبکی:

ثوری کے ہمسر ہیں جو اجلہ اکابر تبع تابعین سے تھے۔"

وہ اِس روشنی کو فقط جائز ہی نہیں بتاتے بلکہ فرماتے ہیں کہ اس پر رحمت الٰہی کا سکینہ اترتا ہے۔ غالباً اب تو زید صاحب اپنے تمام وساوِس سے باز آکر اپنی قسم پوری کریں گے۔

۳۰۔ حدیثِ مذکور کو زید نے بالجزم رسولِ خدا کا ارشاد بتایا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم، یہ سخت بے باکی و جرأت ہے، وہ حدیث صحیح نہیں، اس کی سند کا مدار ابو صالح باذام پر ہے باذام کو ائمۂ فن نے ضعیف بتایا، تقریب امام ابنِ حجر عسقلانی میں ہے:

باذام بالذال المعجمة ويقال اخره نون ابو صالح مولى أم هانئ ضعيف مدلس [1]

۳۱۔ یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ حدیث قابلِ احتجاج نہیں کہ حدیثِ ضعیف دربارۂ احکام حجت نہیں ہوتی۔ تحسین ترمذی باعتبار ترجمہ باب ہے کہ اُسے بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ اَنْ يَتَّخِذَ عَلَى الْقَبْرِ مَسْجِدًا میں وارد کیا اور قبور پر مسجد بنانے میں بیشک احادیثِ متعددہ وارد، خود جامع ترمذی میں ہے:۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا [2]

بخلاف چراغ کہ اس کی ممانعت میں یہی حدیثِ باذام ہے، اس کا یہ ٹکڑا حسن نہیں خود امام ترمذی اپنی اصطلاح میں بتاتے ہیں:۔

مَا ذَكَرْنَا فِي هٰذَا الْكِتَابِ حَدِيثٌ حَسَنٌ فَاِنَّمَا اَرَدْنَا حُسْنَ اِسْنَادِهٖ عِنْدَنَا كُلُّ حَدِيثٍ يُرْوٰى لَا يَكُوْنُ فِي اِسْنَادِهٖ

---

[1] محمد بن احمد العسقلانی: تقریب التہذیب، دار نشر الکتب اسلامیہ، گوجرانوالہ، ص ۴۲

[2] محمد بن عیسٰی الترمذی: جامع ترمذی، امین کمپنی دہلی، ۱/۴۳

مَنْ یَتَّهِمُ بِالْکَذِبِ وَلَا یَکُوْنُ الْحَدِیْثُ شَاذًّا وَیُرْوٰی مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ نَحْوُ ذَالِکَ فَهُوَ عِنْدَنَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ [1]

۳۲۔ حدیث مانعین سے تین جواب ہیں :۔

پہلا یہ کہ حدیث سرے سے صحیح ہی نہیں اور سب میں اخیر تنزل کا جواب وہ کہ امام نابلسی کے ارشاد سے گزرا اور اوسط جواب یہ ہے کہ حدیث میں لفظ "عَلٰی" ہے، اس سے قبر پر چراغ رکھنے کی ممانعت ہوئی۔ اسے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ علی کے معنی حقیقی یہ ہیں اور حقیقت سے بلاضرورت عدول نامقبول، وہ عدول ہی تاویل ٹھہرے گا اور اگر وجہ موجّہ نہ رکھتا ہو، مردود رہے گا۔

تاویل یہ ہے کہ لفظ کو اس کے معنی ظاہر سے پھیرا جائے مگر طرفہ یہ کہ زید نے معنی حقیقی مراد لینے کا نام تاویل رکھا اور تاویل بھی کیسی ضعیف اور نہ صرف ضعیف بلکہ معاذاللہ حدیث کے ساتھ مضحکہ، اس ظلم شدید کی کوئی حد ہے اور نہ دیکھا کہ علّامِ علامہ نابلسی قدس سرہ القدسی اس حدیث کی شرح میں کیا فرماتے ہیں؟:۔

اَلْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْهَا اَیِ الْقُبُوْرِ یَعْنِیْ فَوْقَهَا [2]

دیکھو اس معنی حقیقی کی تصریح فرمائی جسے زید نے معاذاللہ مضحکہ بنایا۔

۳۳۔ کریمہ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا میں ضمیر جانب اصحاب کہف ہے اور آدمی کے جسم کے اوپر مسجد بنانے کے کوئی معنی نہیں تو مجاز متعین ہے بخلاف حدیث کہ اس میں ضمیر جانب قبور ہے اور قبر پر چراغ رکھنا ممکن بلکہ بعض جگہ عوام سے واقع ہے تو اسے آیت پر قیاس کرنا مخدوش سوئے فہم ہے، وہ چمک کر کہتا تھا کہ کیا اس کے معنی ہیں

---

[1] محمد بن عیسٰی الترمذی : جامع ترمذی امین کمپنی دہلی ۲/۲۴۰

[2] عبدالغنی نابلسی : الحدیقۃ الندیہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۹۳۰

اصحابِ کہف کے سینہ پر سنگِ بنیاد مسجد کا رکھیں گے۔"

وہ خود اپنے شہ کے پاؤں میں تیشہ ہے۔ یہ معنیٰ صحیح نہ ہونا ہی تو حقیقت سے صارف اور مجاز کا قرینہ ہوا۔ یہاں کہ بے تکلف معنے حقیقی بن رہے ہیں ان سے پھیرنے والا کون اور مجاز کے لئے قرینہ کیا؟

۳۴۔ دوسری مثال قبر پر چڑھاوا چڑھانے کی دی اور نہ سمجھا کہ یہاں مجاز لفظِ پر میں نہیں کہ علیٰ بمعنے عِنْدَ ہو، جس طرح تم حدیث میں لے رہے ہو، قبر کے نزدیک کسی چیز کے چڑھانے کے کیا معنے؟ بلکہ مجاز خود یہاں چڑھاوے کے لفظ میں ہے۔

صدقہ کہ جہّال کسی مریض وغیرہ کے لئے چوراہے میں رکھتے ہیں.....

اسے اوتارا کہتے ہیں کہ اسے ذلیلوں خبیثوں، شیطانوں کے لئے کرتے ہیں اور نذور کہ مزاراتِ طیبہ کے حضور لاتے ہیں اسے چڑھاوا کہتے ہیں کہ بلند مرتبہ معظموں کے حضور پیش کرتے ہیں، یہ اتار چڑھاؤ باعتبار مرتبہ ہے نہ باعتبار جہتِ تحت و فوق اور نہ سہی اگر ایک جگہ کوئی لفظ معنی مجازی میں مستعمل ہو تو اس کے حوالے سے دوسری جگہ بھی خواہی نخواہی اسے حقیقت سے توڑ کر مجاز پر ڈھالنا کونسی منطق ہے؟

۳۵۔ ملا علی قاری نے جو اس حدیث میں علیٰ کو معنیٰ حقیقی پر لیا، زید صاحب اس کی توجیہ یہ فرماتے ہیں کہ وجہِ ممانعت یعنی مشابہت یہود و نصاریٰ معنے مجازی یعنی قریب قبر میں نہیں رہتی، اس بنیاد پر معنے حقیقی لئے یعنی معنے حقیقی ہی لینا محتاجِ وجہِ خارجی ہے، اگر خارج سے کوئی وجہ اس کی نہ ملے تو معنے حقیقی نہ لیں گے، اس الٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا ہے۔ علی قاری کی عبارت دیکھئے:

قَيَّدَ عَلَيْهَا يُفِيْدُ اَنَّ اِتِّخَاذَ الْمَسَاجِدِ بِجَنْبِهَا لَا بَأْسَ بِهٖ[1]

---

[1] علی بن سلطان القاری: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ امدادیہ ملتان ص ۲۱۹/

ملاحظہ ہو لفظِ علےٰ سے یہ ثابت کیا کہ برابر ہو تو حرج نہیں یا برابر میں حرج نہ ہونے سے علےٰ کو اپنے معنے حقیقی پر لیا۔

۳۶۔ علی قاری جب یہاں در بارۂ مسجد علیٰ کو معنے حقیقی پر لے چکے، جو آپ کو بھی مسلّم ہے اور یہاں ایک ہی لفظ علیٰ ہے جس سے مساجد و سرج کا یکساں علاقہ ہے کہ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ۔

اب اگر در بارۂ قبور علیٰ کو معنے مجازی پر لیجئے تو کھلا ہوا جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہے اور وہ باطل ہے، لاجرم در بارۂ قبور بھی علیٰ کو معنے حقیقی ہی رکھیں گے، تو جس نے ان کی طرف اسے نسبت کیا ان کے لازمِ کلام سے استدلال کیا، یہ ان پر اتہام کدھر سے ہو جائے گا؟

۳۷۔ علی قاری نے در بارۂ سُرجِ قبور جو تین وجہِ ممانعت نقل کر کے لکھا:۔

كَذَا قَالَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا[1]

قطع نظر اِس کے کہ یہ نقل عن المجہول ہے اور ہمارے فقہار نے اسی وجہِ اوّل پر اقتصار فرمایا کہ اسراف و اِتلاف مال ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور یہی وجہ خود آپ کی مستند بزازیہ میں صرح بھی جسے آپ نے حذف کر دیا اور اوپر روشن ہو لیا کہ یہ وجہ صرف قبورِ عوام میں پائی جاتی ہے جبکہ وہاں نہ مسجد ہو نہ قبر سربراہ نہ کوئی تلاوت وغیرہ میں مشغول۔ باقی دو وجہوں میں تعظیمِ قبور بھی عوام میں متحقق ہوگی خصوصاً قبورِ فساق میں جن کی نسبت آپ فرق پوچھ رہے ہیں کہ "بزرگوں کی قبر پر کیوں کرتے ہیں، فاسق فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے؟" فاسق فاجر کی قبر پر کریں تو نفسِ قبر کی تعظیم ٹھہرے کہ

---

[1] علی بن سلطان محمد القاری: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ امدادیہ ملتان ۲/۲۱۹

مقبور معظم نہیں بخلاف مزاراتِ کرام کہ وہاں قبر یعنی خشت وگل کی تعظیم نہیں بلکہ ان کی روحِ کریم کی تعظیم ہے جیسا کہ امام نابلسی نے فرمایا کہ :

تَعْظِيمًا لِرُوحِ الْمُشَرَّفَةِ الخ[1]

تعظیم قبورِ معظمین کہ حقیقۃً تعظیم معظمین ہے، کس نے منع کی؟

اختیار شرح مختار اور اسی آپ کی مستند علمگیری میں ہے :

ثُمَّ يَنْهَضُ فَيَتَوَجَّهُ إِلَى قَبْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى جِدَارِ التُّرْبَةِ فَهُوَ اَهْيَبُ وَاَعْظَمُ لِلْحُرْمَةِ وَيَقِفُ كَمَا يَقِفُ فِي الصَّلٰوةِ اھ فتح[2] وَهٰذَا فِي حَاجَةٍ۔

"یعنی پھر کھڑا ہو کر قبر انور حضور سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو اور تربت کریمہ کی دیوار پر ہاتھ نہ رکھے کہ اس میں زیادہ ہیبت و تعظیم حرمت کریمہ ہے اور یوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسا کہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے"۔

منسکِ متوسط اور اس کی شرح مسلک مقسط علی قاری میں ہے :۔

وَلْيَغْتَنِمْ اَيَّامَ مَقَامِهٖ بِالْمَدِيْنَةِ الْمُشَرَّفَةِ فَيَحْرِصُ عَلٰى مُلَازَمَةِ الْمَسْجِدِ وَاِدَامَةِ النَّظْرِ اِلَى الْحُجْرَةِ الشَّرِيْفَةِ اِنْ تَيَسَّرَ اَوِ الْقُبَّةِ الْمُنِيْفَةِ اِنْ تَعَسَّرَ مَعَ الْمَهَابَةِ وَالْخُضُوْعِ اَيْ مَعَ الْخَشْيَةِ وَالْخُشُوْعِ ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا فَاِنَّهٗ عِبَادَةٌ كَالنَّظَرِ اِلَى الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ[3]

---

[1] عبدالغنی نابلسی : الحدیقۃ الندیہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۶۳۰/۲

[2] الشیخ نظام : فتاوٰے ہندیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲۶۵/۱

[3] علی بن سلطان محمد القاری : ارشاد الساری مع مسلک مقسط بیروت ص ۳۴۱

"یعنی مدینہ طیبہ میں حاضری کے دنوں کو غنیمت جانے، اکثر اوقات مسجد کریم میں حاضر رہے اور ہو سکے تو مزارِ اطہر کے حجرۂ مقدسہ ورنہ اس کے گنبدِ مبارک ہی کو دیکھتا رہے، خوف و ادب اور خشوع و خضوع کے ساتھ کہ اس پر نگاہ ہی عبادت ہے جیسے کعبۂ معظمہ پر نظر۔"

علامہ عبد القادر فاکہی مکی تلمیذ امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالیٰ "حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں فرماتے ہیں :۔

وَمِنْهَا اَنْ لَّا يَسْتَدْبِرَ الْقَبْرَ الشَّرِيْفَ

"یعنی آداب میں سے ہے کہ قبرِ اقدس کو پشت نہ کرے۔"

سید قدس سرہ نے خلاصۃ الوفاء میں فرمایا :۔

فِي الصَّلٰوةِ وَلَا فِيْ غَيْرِهَا [1]

"نہ نماز میں ادھر پیٹھ کرے نہ غیر نماز میں۔"

پھر امام عز الدین بن عبد السلام سے نقل فرمایا :۔

اِذَا اَرَدْتَ صَلٰوةً فَلَا تَجْعَلْ حُجْرَتَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَآءَ ظَهْرِكَ وَلَا بَيْنَ يَدَيْكَ وَالْاَدَبُ مَعَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ مِثْلُهٗ فِيْ حَيَاتِهٖ فَمَا كُنْتَ صَانِعَهٗ فِيْ حَيٰوتِهٖ فَاصْنَعْهُ بَعْدَ وَفَاتِهٖ مِنَ احْتِرَامِهٖ وَالْاِطْرَاقِ بَيْنَ يَدَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [2]

---

[1] علی بن احمد السمہودی : خلاصۃ الوفاء بیروت

"جب تو نماز پڑھنا چاہے تو حجرۂ مطہرہ مزارِ اطہر کو پیٹھ نہ کرے نہ نماز میں اپنے سامنے رکھ۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات بھی ویسا ہی ہے جیسا عالمِ حیاتِ ظاہر میں تھا تو جیسا تو اس وقت ادب کرتا اور حضور کے سامنے سر جھکاتا ایسا ہی مزارِ اطہر کے حضور کر۔"

یہ سب تعظیم نہیں تو اور کیا ہے۔ اِس قسم کے ارشاداتِ ائمہ اگر جمع کئے جائیں تو ایک دفتر ہو اور خود اِس سے زیادہ اور کیا تعظیمِ قبرِ اطہر ہوگی جو حدیث میں ہے کہ خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خواب میں جمالِ جہاں آرا کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے تعلیم فرمائی۔

دُرِّ منظم امام ابوالقاسم محمد لؤلؤی بستی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَنْ صَلّٰی عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَعَلٰی جَسَدِہٖ فِی الْاَجْسَادِ وَعَلٰی قَبْرِہٖ فِی الْقُبُوْرِ رَاٰنِیْ فِیْ مَنَامِہٖ وَمَنْ رَاٰنِیْ فِیْ مَنَامِہٖ رَاٰنِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ رَاٰنِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شَفَعْتُ لَہٗ وَمَنْ شَفَعْتُ لَہٗ شَرِبَ مِنْ حَوْضِیْ وَحَرَّمَ اللّٰہُ جَسَدَہٗ عَلَی النَّارِ [1]

"جو محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی روح اقدس پر ارواح میں اور جسمِ اطہر پر اجسام میں اور قبرِ انور پر قبور میں درود بھیجے وہ مجھے خواب میں دیکھے اور جو خواب میں دیکھے مجھے قیامت میں دیکھے گا اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اس کی شفاعت فرماؤں گا اور جسکی میں شفاعت فرماؤں گا وہ میرے حوضِ کریم

---

[1] دُرِّ منظم

سے پیئے گا اور اللہ عزوجل اس کے بدن پر دوزخ کو حرام فرمادے گا۔"

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا بِجَاھِہٖ عِنْدَکَ اٰمِیْن۔

علماء فرماتے ہیں یعنی یوں درود شریف پڑھو :۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی قَبْرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ۔

قبرِ کریم پر درود بھیجنے کا حکم ہوا اور درود وہ تعظیم ہے کہ بالاستقلال انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں۔

۳۸۔ رہی تیسری وجہ کہ وہ آثارِ جہنم سے ہے والعیاذ باللہ تعالےٰ۔

اقول اس کی غایت ایک تفاؤل ہے، وہ اس قابل نہیں جس کے لحاظ نہ کرنے پر مسلمان لعنت کا مستحق ہو تو یہ اس حدیث کی توجیہ نہیں ہوسکتی۔ شرع کو ایسی فالوں کا اتنا عظیم لحاظ ہوتا تو میت کو گرم پانی سے نہلانے کا حکم نہ ہوتا کہ وہ بھی آثارِ جہنم سے ہے، قال اللہ تعالےٰ :

یُصَبُّ عَلَیْہِ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِہِمُ الْحَمِیْمُ[1]

حالانکہ وہ شرعاً مطلوب ہے۔ درِّمختار میں ہے :۔

یُصَبُّ عَلَیْہِ مَاءٌ مُّسَخَّنٌ بِسِدْرٍ اِنْ تَیَسَّرَ وَالَّا فَمَاءٌ خَالِصٌ[2]

ردالمحتار و نہر الفائق میں ہے :

اَفَادَ اَنَّ الْحَارَّ اَفْضَلُ سَوَاءٌ کَانَ عَلَیْہِ وَسْخٌ اَوْلَا[3]

---

[1] القرآن : ۱۹/۲۲

[2] علاؤ الدین الحصکفی : درِمختار مجتبائی دہلی

[3] ابن عابدین الشامی : ردالمحتار "

اور بفرضِ تسلیم اس کا محل وہی ہے کہ خاص قبروں پر چراغ رکھیں کہ فال ہے تو اس میں ہے نہ کہ اس کے گرد یا مناروں یا احاطہ کی دیواروں پر علماء نے تفاول کے سبب جب پکی اینٹ قبر میں لگانی مکروہ بتائی کہ وہ آگ دیکھے ہوئے ہے والعیاذ باللہ تعالٰے، تصریح فرمائی کہ یہ اس صورت میں ہے کہ خاص لحد پر پختہ اینٹیں لگائیں جو قریبِ میت ہے ورنہ بالائے قبر اس میں حرج نہیں، یہ خود آگ ہے اس میں بالائے قبر بھی حرج ہے مگر حول میں حرج مسلّم نہیں، درِ مختار میں ہے :۔

يُسَوِّي اللَّبِنَ عَلَيْهِ وَالْقَصَبَ لَا الْآجُرَّ الْمَطْبُوخَ وَ الْخَشَبَ لَوْ حَوْلَهُ اَمَّا فَوْقَهُ فَلَا يُكْرَهُ [1]

ابنِ ملک بدائع میں ہے :۔

وَلِاَنَّهُ مِمَّا مَسَّتْهُ النَّارُ فَيُكْرَهُ اَنْ يُّجْعَلَ عَلَى الْمَيِّتِ تَفَاؤُلًا [2]

حلیہ میں ہے :۔

قَالَ الْاِمَامُ الثَّمَرْتَاشِيُّ هٰذَا اِذَا كَانَ حَوْلَ الْمَيِّتِ فَلَوْ فَوْقَهُ لَا يُكْرَهُ [3]

۳۹۔ یہ کتنی نادانی کا اعتراض ہے کہ علٰے معنے حقیقی پر لیں تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں چراغ جلائے تو وہ جائز ہو جائے، دربارہ مسجد تو آپ کو بھی مسلّم کہ علٰے معنی حقیقی پر ہے، تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں مسجد بنائے یا نماز پڑھے تو وہ جائز ہو جائے

---

[1] علاؤ الدین الحصکفی : درِ مختار مجتبائی، دہلی

[2] ابی بکر بن مسعود الکاشانی : بدائع صنائع مصر ۳۱۸/۱

[3] حلیہ

کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے۔ اب بھی کہئے کہ استغفر اللہ یہ تو حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے۔

۴۰۔ کثرتِ چراغاں کا ذکر روشنیٔ روضۂ انور میں گزرا اور اس کے متعلق احیاء العلوم شریف کی ایک عبارت اور لکھیں کہ موافقین کے دل روشن ہوں اور مخالفین کی آنکھیں چکاچوند سے جلیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی قبیل کتاب آداب النکاح میں فرماتے ہیں:

حَکٰی اَبُوْعَلِیِ الرُّوْدْبَارِیُّ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْ رَجُلٍ اَنَّہٗ اتَّخَذَ ضِیَافَۃً فَاَوْقَدَ فِیْھَا اَلْفَ سِرَاجٍ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ قَدْ اَسْرَفْتَ فَقَالَ لَہٗ اُدْخُلْ فَکُلُّ مَا اَوْقَدْتُّہٗ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَاَطْفِئْہُ فَدَخَلَ الرَّجُلُ فَلَمْ یَقْدِرْ عَلٰی اِطْفَاءِ وَاحِدٍ مِّنْھَا فَانْقَطَعَ[1]

"یعنی امامِ اجل عارفِ اکمل سندُ الاولیاء حضرت سیدنا امام علی رودباری رضی اللہ تعالےٰ عنہ (کہ اجلۂ اصحاب سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہیں، ۳۲۲ھ میں وصال شریف ہے، امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ نے رسالۂ مبارکہ میں ان کی نسبت فرمایا اَظْرَفُ الْمَشَائِخِ وَاَعْلَمُھُمْ۔ یقیناً) حکایت فرماتے ہیں کہ ایک بندۂ صالح نے احباب کی دعوت کی۔ میں ہزارہا چراغ روشن کئے، کسی نے کہا آپ نے اسراف کیا، صاحبِ خانہ نے فرمایا اندر آیئے، جو چراغ میں نے غیرِ خدا کے لئے روشن کیا ہو وہ گُل کر دیجئے، معترض اندر آگئے، ہر چند کوشش کی ایک چراغ بھی نہ بجھا سکے، آخر قائل ہو گئے (للہ الحمد)"

---

[1] محمد بن محمد الغزالی: احیاء العلوم، باب آداب الضیافۃ، قاہرہ، ۲/۲۰

بالجملہ حاصلِ حکم یہ ہے کہ قبورِ عامۂ ناس پر روشنی جب کہ خارج سے کوئی مصلحت مصالح مذکورہ کے امثال سے نہ ہو ضرور اسراف ہے اور اسراف بے شک ممنوع، فقہاء اسی کو منع فرماتے ہیں کہ یہی علتِ منع بتاتے ہیں اور اگر زینتِ قبر مطلوب ہو تو قبر محلِ زینت نہیں۔ اب بھی اسراف ہوا بلکہ کچھ زائد یونہی اگر تعظیمِ قبر مقصود ہو کہ یہاں تعظیم نسبت نہیں۔ رہے مزاراتِ محبوبانِ الٰہ، ان میں اگر زینتِ قبر یا تعظیمِ نفسِ قبر کی نیت ہو، یہاں بھی وہی ممانعت رہے گی کہ یہ نیتیں شرعاً محمود نہیں اور اگر ان کی روحِ کریم کی تعظیم و تکریم مقصود ہو اب نہ اسراف ہے کہ نیتِ صالحہ موجود ہے نہ تعظیمِ قبر بلکہ تعظیمِ روحِ محبوب اور وہ شرعاً بلاشبہہ مطلوب۔

امامِ اجل تقی الدین سبکی و امام نور الدین سمہودی و امام عبد الغنی نابلسی رحمہم اللہ تعالٰی اسی کو جائز بتاتے ہیں اور کسی کے قلب پر حکم لگانا کہ اسے تعظیمِ قبر ہی مقصود ہے نہ تعظیمِ روحِ ولی، محض جزاف و بدگمانی و حرام بنصِ قرآنی ہے، قال اللہ تبارک و تعالٰے :-

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا [1]

وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ [2]

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ [3]

وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ

---

[1] القرآن : ۱۷/۳۶

[2] القرآن : ۴۹/۱۲

[3] احمد بن حنبل : مسند احمد بیروت ۲۰۶/۵

اَلظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ [1] اور تعظیم روح اور تعظیم قبر میں فرق نہ کرنا سخت جہالت ہے۔ عارف نابلسی کا ارشاد گزرا اور امام سمہودی فرماتے ہیں :۔

لَیْسَ الْقَصْدُ تَعْظِیْمَ بُقْعَۃِ الْقَبْرِ لِعَیْنِہَا بَلْ مَنْ حَلَّ فِیْہَا [2]

بلکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مسند شریف میں بسند حسن روایت فرماتے ہیں :۔

اَقْبَلَ مَرْوَانُ یَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَجْھَہٗ عَلَی الْقَبْرِ فَاَخَذَ مَرْوَانُ بِرَقَبَتِہٖ ثُمَّ قَالَ ھَلْ تَدْرِیْ مَا تَصْنَعُ فَاَقْبَلَ عَلَیْہِ فَقَالَ نَعَمْ اِنِّیْ لَمْ اٰتِ الْحَجَرَ اِنَّمَا جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ اٰتِ الْحَجَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَہٗ اَھْلُہٗ وَلٰکِنِ ابْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَہٗ غَیْرُ اَھْلِہٖ [3]

"یعنی مروان نے اپنے زمانۂ تسلط میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبر اکرم سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں، مروان نے ان کی گردن مبارک پکڑ کر کہا جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ اس پر ان صاحب نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ہاں میں سنگ و گل کے پاس نہیں آیا ہوں میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوں، میں اینٹ پتھر کے پاس نہ آیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا

---

[1] محمد بن اسمٰعیل بخاری : صحیح بخاری قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۸۴/۱

[2] علی بن احمد السمہودی : وفاء الوفاء بیروت ۱۳۶۶/۳

[3] احمد بن حنبل : مسند احمد بیروت

دین پر رد وجب اس کا اہل اس پر والی ہو ہاں اس وقت دین پر رد وجب کہ نا اہل والی ہو۔"

یہ صحابی سیدنا ابو ایوب انصاری تھے (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) تو تعظیم قبر و روح مطہر میں فرق نہ کرنا مروان کی جہالت ہے اور اسی کے ترکہ سے وہابیہ کو پہنچی اور تعظیم قبر سے جدا ہو کر تعظیم روح کریم کی برکت لینا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی سنت ہے اور اہلسنت کو ان کی میراث ملی وللہ الحمد۔

تنبیہ سب سے زائد بات اہم یہ ہے کہ زید صاحب سمجھیں تو بہت کچھ حق تا نہیں ہدایت کے شکر گذار ہوں۔ یہ لہ تحریر زید کا اختتام اس کلمہ سخت شنیع ستم فظیع پر ہوا کہ" اس قدر وعید کے بعد بھی کوئی شخص اس میں کٹ حجتی کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات قبر میں تصفیہ کے قابل ہے، موسیٰ بہ دینِ خود عیسےٰ بہ دینِ خود۔"

زید نے دو فریق بنائے، ایک کو حق پر بتایا اور دوسرے کو کٹ حجتی کرنیوالا، وعید الٰہی کے مقابل ہٹ دھرمی سے پیش آنے والا اور اس پر مثال وہ ڈھال دی کہ موسےٰ بدینِ خود اور عیسےٰ بدینِ خود۔ اِس تمثیل کی تطبیق کی جائے تو معاذ اللہ! جو حاصل نکلے اس کی قبح خباثت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے، ایسی جگہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر سخت جرأت و گستاخی و بد زبانی و دریدہ دہنی ہے۔ توبہ فرض ہے اور اللہ تعالےٰ ہادی وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَبْنِهٖ وَحِزْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ وَاللهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ۔

مسئلہ: از بنگال ضلع سلہٹ موضع شوبید پور، مرسلہ مولوی انوار الدین صاحب
۳ ربیع الاول شریف سنہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ میت کے ثواب رساں کے لئے قرآن شریف کو ہدیہ کرنا یا چند نماز و روزہ وغیرہ کے کفارہ کے عوض میں قرآن شریف کو حیلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہو تو کون کون سی صورتوں میں؟ یعنی بعض میت کے ثلث مال قدر کفارہ کے ہے اور بعض کے کم اور بعض کے بالکلیہ نہیں اور ان صورتوں میں مع وصیت کے کیا حکم ہے؟ دوم بوقت دفن میت کے دعا وغیرہ پڑھ کر چھوٹے چھوٹے ڈھیلا وغیرہ پر دم کر کے قبر کے اندر رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قرآن مجید کسی مسلمان کو دے کر اس کا ثواب میتِ مسلم کو پہنچانا جائز ہے، کفارے کے عوض میں قرآن مجید دے کر جو حیلہ یہاں عوام میں رائج ہے محض باطل و بے سود ہے بلکہ بحالِ وصیتِ ثُلث مال یا باجازتِ وَرَثہ بالغین اس سے زائد اور بلا وصیت جس قدر مال پر وارث عاقل بالغ چاہے، اگر کفّارہ واجبہ کی قدر کو کافی نہ ہو بطریقِ دَور پورا کریں، یعنی ایک بار فقیر کو دے دیں، اِس قدر کا کفّارہ ادا ہوا فقیر بعد قبضہ پھر اُسے اپنی طرف سے ہبہ کر دے۔ وارث پھر فقیر کو کفّارے میں دے یہاں تک کہ اُلٹ پھیر میں قدرِ کفارہ تک پہنچ جائے کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر وقد حققنا فی فتاوٰنا۔

جواب سوال دوم: کوئی حرج نہیں جبکہ قبر میں جگہ نہ گھیرے لِعَدَمِ الْمَنْعِ وَمَا لَمْ یُمْنَعْ لَا یُمْنَعُ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ : از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور ، مرسلہ : نعمت علی صاحب
۱۴ ربیع الاول شریف ۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اِن مسائل میں کہ :-

۱- مُردہ کے نام کا کھانا جو امیر و غریب کو کھلاتے ہیں، کس کو کھانا چاہیئے اور کس کو نہیں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا مصلّی امیر و غریب سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

۲- بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اس کے علاوہ میں عورتیں جاتی ہیں۔ پاکی یا ناپاکی کی حالت میں بھلائی کی طلب میں، حاجت برآری کے لئے اور وہاں ٹھہرتی ہیں اور ان کے ٹھہرنے کے لئے وہی قبرستان ہے، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر باتیں بُری ہیں تو اس بزرگ میں تصرف اور قوت اس کے روکنے کی ہے یا نہیں؟ اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربار بزرگانِ دین میں آنے والے ان کے مہمان ہیں، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور یہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کر سکتے اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ اگر وہ تصرف کر سکتے تو وہاں رنڈیاں گاتی ہیں، ناچتی ہیں، بجاتی ہیں، عورتیں غیر محرم رہتی ہیں، ان کے بچے پیشاب وغیرہ کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکتے، یہ کہنا اور اس کی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں؟ اس کا کیا جواب؟

۳- بزرگوں کے مزار سے جو چراغ کی روشنی غیبی ہوتی ہے، یہ کیسی ہے اور اس سے اس صاحبِ مزار کی بزرگی ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

۴- بزرگوں کے مزار پر فاتحہ قرآن پڑھنے اور کھڑے ہو کر وسیلہ چاہنے کے لئے عمارت بنا دے اور عرس کرے کرائے تو جائز ہے یا نہیں؟

۵- قبر پر درخت لگانا، دیوار کھینچنا یا قبرستان کی حفاظت کے لئے اس کے چاروں طرف کھود کر جس میں جدید قدیم قبریں بھی ہیں، محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۶- کسی بزرگ کے روضہ کے گرد قبریں ہیں اور وسعت نہیں ہے اس قبہ سے لگا کر

اسی گرد کے قبر پر مثل سائبان کے پایہ زینہ دے کر چھپر ڈالنا جائز ہے یا نہیں؛

۷۔ ظاہر ولی اللہ یعنی زندہ اور صاحب مزار ولی اللہ سے ظاہر طریقہ سے ہمکلام ہونے کی کوئی خبر ہے یا نہیں؛

۸۔ کوئی شخص اپنی زندگی میں قُل کرائے، فاتحہ پڑھوائے، آیا جائز ہے یا نہیں اور اِس کا ثواب اپنے لئے بعد وفات رکھے یعنی یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد مجھے اس کا ثواب ملے۔

الجواب

۱۔ مردے کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہو عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں، یہ منع ہے، غنی نہ کھائے کما فی فتح القدیر و مجمع البرکات۔

۲۔ عورتوں کو مقابر و مزارات عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ اولیائے کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بے شک حق ہے اور وہ بیہودہ دلیل محض باطل ہے۔ اصحاب مزارات دارِ تکلیف میں نہیں وہ اس وقت محض اہلِ تکوینیہ کے تابع ہیں، سینکڑوں ناحفاظیاں لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل تو قادرِ مطلق ہے کیوں نہیں روکتا۔ حاضرانِ مزار مہمان ہوتے ہیں، مگر عورتیں ناخواندہ مہمان۔

۳۔ اگر منجانب اللہ ہے تو ضرور بزرگی ثابت ہوتی ہے اور اگر بزرگی ثابت ہے تو منجانب اللہ ہے ورنہ امرِ محتمل ہے، شیطان بھی بہت کرشمے دکھاتا ہے۔

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ازواجِ مطہرات سے ایک بی بی جب اندھیرے میں جاتیں ایک شمع روشن ہو جاتی۔ ایک روز حضور نے ملاحظہ فرمایا اسے بجھایا اور فرمایا کہ یہ شیطان کی جانب سے ہے، پھر ایک ربانی نور ان کے ساتھ فرمادیا کما فی بهجة الاسرار و معدن الانوار۔

۴۔ جائز ہے کما فی مجمع بحار الانوار، ہاں منکراتِ شرعیہ مثل رقص و مزامیر سے بچنا

لازم ہے۔

۵۔ حفاظت کے لئے حصار بنانے میں حرج نہیں اور درخت اگر سایۂ زائرین کے لئے ہوں تو اچھا ہے مگر قبر سے جدا ہوں۔

۶۔ قبر پر کوئی پایہ چننا جائز نہیں۔

۷۔ بکثرت ہیں کہ امام جلال الدین کی شرح الصدور وغیرہ میں مذکور۔

۸۔ جائز ہے اور قبول ہوا تو ثواب ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ : از اجمیر شریف، کارخانہ کرتباں، علاقہ نمبر ۳، لوہار خانہ۔ مرسلہ : جمال محمد

۴ جمادی الآخر ۳۸ھ

۱۔ مردہ کے ساتھ کھانا لے جانا حلال ہے یا حرام؟

۲۔ گلاب قبر میں چھڑکنا جائز ہے یا ناجائز؟

۳۔ اور قبر سے چالیس قدم جاکر دعا مانگنا۔

الجواب

۱۔ مردہ کی طرف سے تصدق کرنا چاہئے اور ساتھ لے جانا فضول ہے اور علامہ طحطاوی نے اسے بدعت لکھا ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

۲۔ قبر میں گلاب وقتِ دفن چھڑکنے میں حرج نہیں اور اوپر چھڑکنا فضول اور مال کا ضائع کرنا۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

۳۔ دعا مانگنا ہر وقت جائز ہے اور چالیس قدم کی خصوصیت بلا وجہ۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ : حاجی عبدالغنی صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام، بریلی ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں عالمِ اہلسنت، ناصرِ ملت اس بارے میں کہ :

۱۔ میت کے تابوت کو لے کر دس قدم چلنا پھر جانب بدلنا، اسی طرح چاروں جانب چالیس قدم چلنا سنت ہے یا نہیں ؟

۲۔ اور اگر قبرستان چالیس قدم سے کم ہو تو میت کو لے کر قبر کے چاروں طرف چالیس قدم گھومنا جائز ہے یا نہیں ؟

۳۔ نمازِ جنازہ پڑھ کر اور قبور کی زیارت کر کے خیرات لینا جائز ہے یا نہیں ؟

۴۔ جو شخص اس کو ناجائز سمجھ کر اعلان کر دے کہ میں اِس کو ناجائز سمجھتا ہوں کوئی صاحب اِس کی اجرت ہم کو ہرگز نہ دو، پھر اگر کوئی بطور ہدیہ دے تو لینا جائز ہے یا نہیں ؟

۵۔ میت کی روح پر ثواب رسانی کے لئے قرآن شریف و میلاد شریف پڑھ کر خیرات لینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

۱۔ مستحب ہے۔ ۲۔ بہالت و ممنوع ہے۔

۳۔ ناجائز ۴۔ جائز ہے۔

۵۔ ناجائز ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ : از شہر علی گڑھ، محلہ مدار دروازہ۔ مرسلہ : عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی

۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اِن مسائل میں :۔

۱۔ قبر پر جانے سے مردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ میرا کوئی عزیز آیا یا کوئی شخص آیا یا نہیں معلوم ہوتا اور زندہ کو مردہ کی قبر پر جانے سے مردہ کو کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی ہے

یانہیں اور وہ کچھ پڑھ کر ثواب بخشے تو مردہ کو علم ہوتا ہے یانہیں ؟

۲۔ زید قبر پر کسی عزیز کے، روز جاتا تھا، پھر جانا بند کر دیا۔ یہ دریافت طلب ہے کہ اس مردہ کو زید کے آنے اور جانے سے کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی تھی یانہیں ؟

الجواب

۱۔ قبر پر جو کوئی جائے، مردہ دیکھتا ہے اور جو کچھ کلام کرے وہ سنتا ہے اور جو ثواب پہنچائے مردہ کو پہنچتا ہے۔ اگر کوئی عزیز یا دوست آجائے تو اس کے جانے سے مردہ کو راحت اور فرحت ملتی ہے جیسے دنیا میں۔ یہ سب مضامین صحاح احادیث میں وارد ہیں وقد فصلناھا فی حیٰوۃ الموات فی بیان سماع الاموات۔

۲۔ اس کا جواب سوالِ سابق کے جواب میں آگیا، بے شک اعزہ واحباب کے جانے سے اموات کو فرحت ہوتی ہے اور دیر لگانے سے ان کا انتظار رہتا ہے وفیہ حکایۃ نفیسۃ فی شرح الصدور۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ : ۴ جمادی الاولیٰ ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قبروں کا بوسہ لینا جائز ہے یانہیں ؟ زیارتِ قبور کی نشست و برخاست کا طریقہ کیا ہے ؟

الجواب

قبروں کا بوسہ لینا نہ چاہیے۔ زیارتِ قبر میت کے مُواجہہ میں کھڑے ہو کر ہو اور اس کی پائنتی کی طرف سے جائے کہ اُس کی نگاہ کے سامنے ہو، سرہانے سے نہ آئے کہ اُسے سر اٹھا کر دیکھنا پڑے، سلام و ایصالِ ثواب کے لئے اگر دیر کرنا چاہتا ہے رُو بقبر بیٹھ جائے اور پڑھتا رہے یا وَلی کا مزار ہے تو اُس سے فیض لے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ : از موضع شرشدی ڈاکخانہ رفیئی ضلع نواکھالی ، مرسلہ سید حمید الدین صاحب

۹ شعبان ۳۸ھ

ماقول علمائنا رحمہم اللہ تعالیٰ :

ایک نہایت مشہور و معروف بزرگ کا انتقال ہوا ، اس کے وارثوں نے بایں نیت اس پر گھاس کی چھت بنوادی کہ زائرین اطمینان کے ساتھ صیف و شتا میں قرآن مجید پڑھ کر ثواب رسانی کر سکیں اور اس بزرگ کی قبر کا نشان باقی رہے تاکہ لوگ ان سے فیض حاصل کر سکیں اس میں نہ چراغ جلایا جاتا ہے ، نہ چاندنی تانا گیا ہے نہ کسی کو قبر پرستی اور نہ قدمبوسی کی اجازت ہے ، اصل قبر و متصل زمین خام ہے۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں وہ بلاشبہہ جائز ہے اور بنولنے والا اپنی نیک نیتی پر ثواب کا مستحق ہے اور اس میں زائروں اور تلاوت کرنے والوں کے لئے چراغ بھی روشن کریں ، یہ قبر پر چراغ نہیں۔ مجمع بحار الانوار جلد ثالث میں ہے :۔

قَدْ اَبَاحَ السَّلَفُ الْبِنَاءَ عَلٰی قُبُوْرِ الْفُضَلَاءِ الْاَوْلِیَاءِ وَالْعُلَمَاءِ لِیَزُوْرَهُمُ النَّاسُ وَیَسْتَرِیْحُوْنَ فِیْہِ [1]

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ : از شہر محلہ کاٹکر ٹولہ مرسلہ : عبدالرحیم خاں مؤرخہ ۲۸ ذیقعدہ ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بچپن میں حافظِ قرآن ہوا اور تمام عمر بدافعالی میں گزاری ، ایک شوہر دار عورت سے جس کا شوہر نامرد تھا ، برسوں تعلق رہا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ ان حرکات پر ماں باپ نے گھر سے نکال دیا ، وہ اسی عورت

---

[1] محمد طاہر : مجمع بحار الانوار نول کشور لکھنؤ ۳/۱۴۰

کے گھر جارہا، پھر بیمار ہوکر واپس آیا اور مرگیا۔

اب زید کے والدین نے کوشش کرکے مسجد میں ایک بزرگ کی قبر پرانی تھی لیکن خام تھی، اس کے برابر دفن کردیا اور دونوں قبروں کو بہت اچھا پختہ بنادیا۔ اب اس کے والدین نے دنیا والوں کے خیالات بدلنے کی غرض سے اس قبر پر بہت کثرت سے ہار پھول چڑھانا شروع کردیا اور مسجد میں کوڑا وغیرہ ہو، اس سے کچھ مطلب نہیں لیکن قبر پر دن میں دو ایک مرتبہ جھاڑو دینا اور دلوانا اور لوگوں سے یہ کہنا کہ دیکھو کیسی رونق ہے اور بعض جاہل لوگوں کو قبر پر سے مراد مانگنے کی ترغیب دینا شروع کیا چنانچہ اسی قبر کو ابھی بیس پچیس دن گزرے ہوں گے کہ چادر بہن اور بھائی چڑھانے لگے اور قبر کو تعظیم کے ساتھ بوسہ دینا شروع ہوگیا اور آئندہ کو خدا جانے کیا حالت کو ان کے والدین پہنچادیں۔

ایسی حالت میں قبر کو پوجنے والے اور شہرت کرنے والے اور کرانیوالے اور مسجد میں جھاڑو کو نہ دینے والے اور قبر پر بلاناغہ چڑھاوا دینا اور مشہور کرنا شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اسے پوجنا نہیں کہتے، یہ سائل کی بہت زیادتی ہے، تکریم قبور کو وہابیہ پوجنا کہتے ہیں اور وہابیہ خود شیطان کو پوجتے ہیں۔ باقی ایسے شخص کی قبر کو ولی کا مزار ٹھہرانا اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس کے یہ اہتمام کرنا اور لوگوں کو وہاں مراد مانگنے کی ترغیب، یہ ضرور مکر و زور ہے، حدیث میں فرمایا مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لہ مسلم بن حجاج القشیری، امام: صحیح مسلم نور محمد کراچی ۱/۷۰

فروغِ اہلسنّت کیلئے امام اہلسنّت کا دس نکاتی پروگرام

① عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں

② طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں

③ مدرّسوں کی بیش قرار تنخواہیں اُن کی کارروائیوں پر دی جائیں

④ طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دیکر اس میں لگایا جائے۔

⑤ اُن میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و وعظاً و مناظرۃً اشاعتِ دین و مذہب کریں

⑥ حمایتِ مذہب و ردِّ بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنّفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں

⑦ تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مُفت تقسیم کئے جائیں۔

⑧ شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبیٔ اعدا کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

⑨ جو ہم میں قابلِ کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

⑩ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ "آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا" اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲، صفحہ ۱۳۳)

WONDERFUL
TOYS & GIFT
112, Sarang Street, Shop No.1/2, Mumbai-3. (INDIA)
Tel.: 2347 4245 / 6669 0923 • Intercom : 0923 • Fax : 2342 9259
E-mail : wonderfultoys.gifts@gmail.com

RAZA OFFSET Mumbai-3 • Tel.: 23456313

Scanned with OKEN Scanner